کیا ہم ایماندار ہیں؟

• ـــــ یہ ایک سورۃ ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے اور اس کے احکام ہم نے ہی فرض کئے ہیں اور ہم نے اس میں صاف صاف آیتیں نازل کی ہیں تاکہ تم سمجھو ـــــ بدکار عورت اور بدکار مرد، سو دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے لگاؤ اور تمہیں اللہ کے معاملہ میں اُن پر ذرا بھی رحم نہ آنا چاہیئے۔ اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو ـــــ اور اُن کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر رہنا چاہیئے۔

(سورۃ النور آیت ۱-۲، پارہ نمبر ۱۸)

اور

• ـــــ چور خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو یہ اُن کی کرتوت کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرت ناک سزا ہے۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (سورہ مائدہ آیت ۳۸، پ ۶)

خاموش مبلّغ، ملتان

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

محمد سعید الرحمٰن علوی

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ سَفَرٍ وَقَدْ سَتَرْتُ سَہْوَۃً لِّیْ بِقِرَامٍ فِیْہِ تَمَاثِیْلُ فَلَمَّا رَاٰہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہَتَکَہٗ وَتَلَوَّنَ وَجْہُہٗ وَقَالَ یَا عَائِشَۃُ اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ الَّذِیْنَ یُضَاہُوْنَ بِخَلْقِ اللّٰہِ۔ (بخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر سے تشریف لائے، میں نے مُسند پر ایک چادر بچھا رکھی تھی جس میں تصویریں تھیں آپ نے جب دیکھا تو اس چادر کی تصویر کو پھاڑ ڈالا اور آپ کے چہرہ کا رنگ بدل گیا، فرمایا اے عائشہ اللہ کا عذاب قیامت کے دن ان لوگوں پر سخت ہو گا جو اللہ کی صفت خلق میں مشابہت پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس روایت میں حضور علیہ السلام کے تصاویر پر غضب و جلال کا ذکر ہے، جبکہ اس سلسلہ میں دوسری روایت وہ ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ اس گھر میں رحمت کے فرشتے نازل نہیں ہوتے جس میں کتے یا تصویریں ہوں پیغمبر اقدس کے ان ارشادات کے جدا اپنی معاشرتی کیفیت کو دیکھیں کہ تصویر کہاں کہاں اور کس کس طرح ہمارے معاشرہ میں گھس چکی ہے۔

پاسپورٹ، شناختی کارڈ، کرنسی نوٹ ڈاک کے ٹکٹ کاروباری اداروں کے سائن بورڈ، اخبارات و رسائل، الغرض ہر طرف فوٹو ہی فوٹو۔ اس میں بعض صورتیں ایسی ہیں جن کی ذمہ داری براہ راست حکومتوں پر عائد ہوتی ہے، مثلاً پاسپورٹ اور شناختی کارڈ۔ اس میں عام مسلمان مجرم نہیں، لیکن جہاں تک انسان کا اپنا بس اور اختیار ہے وہاں وہ اس سلسلہ میں احتیاط نہ برتے تو سخت ترین مجرم ہے۔

ہمارے یہاں کی سوسائٹی کا ہر فرد چاہے وہ معاشرتی حصہ پر بڑا ہو یا چھوٹا، فوٹو اور تصاویر کے بغیر اس کا گذارہ نہیں مکانات کا ہر کمرہ اس "لعنت" سے متاثر ہے اور یوں رحمت الٰہی سے محروم پڑتی ہے گھر گھر قومی ہیروؤں، فلمی ہیروؤں، اور خود اپنے اور اپنے خاندانوں کے افراد کے فوٹو اور ان کے مختلف پوز فریم شدہ دیواروں پر لٹکے ہوئے نظر آئیں گے، حالانکہ یہ بات سراسر غلط ہے معاشرہ جس بری طرح فحاشی و عریانی اور بے راہ روی کا شکار ہے اس کا ایک مؤثر ترین سبب فوٹو و تصویر بھی ہے اسلئے کہ وہ لوگ جنہوں نے اپنے قلب و نظر کو اللہ کی ذات سے الگ کر کے دنیا کی ظاہری زیب و زینت پر تکیہ کر لیا ہے وہ کوئی فوٹو دیکھیں اور بالخصوص صنف نازک کا تو ان کے دل میں گدگدی پیدا ہو جاتی ہے۔ تحرک و ارتعاش کی یہ کیفیت آگے چل کر ہزاروں برائیوں کو جنم دیتی ہے اور انسان ضلالت و گمراہی اور اخلاقی بے راہ روی کا شکار ہو جاتا ہے۔

قرآن و سنت کے علوم سے بے بہرہ لوگ بعض علماء اور اہل دین کا فوٹو دیکھ کر اس کو سند بنا لیتے ہیں حالانکہ بنیادی بات تو یہی ہے کہ کسی بھی کام میں اسوہ و نمونہ اللہ کے نبی کی ذات ہے۔ اور نہیں، لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (الاحزاب) اور آپ کا فرمان ہے۔ کہ تم میں سے کوئی آدمی اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جبتک وہ اپنی خواہشات کو میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ کرے۔ نیز حجۃ الوداع کے تاریخ ساز ملی اجتماع میں آپ نے واضح طور پر فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، اللہ کی کتاب اور اپنی سنت، جب تک ان کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھو گے گمراہ نہیں ہو گے۔

اس کے بعد کسی بھی بڑے آدمی کے عمل کا حوالہ دینا سراسر دین سے لاتعلقی یا کم از کم بے علمی کی بات ہے، جب کہ ایک بات یہ بھی ہے کہ علماء وغیرہ کے فوٹو آنا اسکی دلیل نہیں کہ وہ دانستہ ایسا کرتے ہیں، مسلمان کے متعلق بہتر گمان کے طور پر یہ بھی تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ "کیمرہ" کی آنکھ چوری کا شکار ہو جاتے ہیں، کیونکہ ایسے ان گنت علماء کا ذاتی طور پر علم ہے جنہوں نے بعض اہم ترین مواقع پر جب کہ حکمرانوں کی سطح کے لوگ بھی موجود تھے، سختی سے اس بات کی تردید کی۔ اور گروپ فوٹو وغیرہ کھچوانے سے سختی سے احتراز کیا

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

۱۲ ذوالقعدہ ۱۴۰۰ھ ؛ ۱۴ اگست ۱۹۸۰ء
جلد ۲۷ ؛ شمارہ ۰

اس شمارہ میں

رئیس الادارہ
پیر طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ
مدیر منتظم
مولوی محمد اجمل قادری
مدیر
محمد سعید الرحمٰن علوی

بدل اشتراک: سالانہ ۶۰/- ؛ ششماہی ۳۰/- ؛ سہ ماہی ۱۵/- ؛ فی پرچہ ۱/۵۰

پبلشر مولانا عبیداللہ انور [illegible] لاہور

ایک خوش آئند اقدام

حضرت مخدوم و معظم مولانا خیر محمد صاحب قدس سرہ اپنے دور کے عظیم نابغہ اور عبقری تھے، حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس اللہ سرہ العزیز سے نسبت خاص انہیں حاصل تھی اور آپ کے ارشد خلفاء میں آپ کا شمار ہوتا تھا ——— لیکن آپ کی خوبی یہ تھی ——— اور ہمارے خیال میں یہ اس دور میں بڑی خوبی تھی ——— یہی وجہ تھی کہ آپ کے اسٹیج پر دیوبندی مکتب فکر کے اکابر علماء برابر تشریف لاتے اور جمعیۃ و لیگ یا کانگرس و احرار کی کوئی تمیز نہ تھی۔ آپ نے مشرقی پنجاب کے مشہور شہر جالندھر میں اپنے جانثار، مخلص اور عزیز ترین شاگرد مولانا محمد علی صاحب جالندھری قدس اللہ سرہٗ العزیز کی رفاقت و معیت میں مدرسہ عربیہ خیر المدارس کی بنیاد ڈالی۔ یہ مدرسہ سرحد کے دارالعلوم حقانیہ کی طرح پنجاب کا دارالعلوم دیوبند کہلائے جانے کا مستحق تھا ——— تقسیم ملک کے بعد حضرت مولانا علیہ الرحمہ ہجرت فرما کر ملتان تشریف لائے، حضرت مولانا محمد علی جالندھری قدس سرہٗ جو چند سال سے اکابرین احرار کے ایماء پر ملتان میں مصروف عمل تھے اور وہاں انہوں نے ایک شاندار دینی درسگاہ بھی بنا رکھی تھی، وہ درسگاہ بھی خیر المدارس میں مدغم کر دی گئی اور خیر المدارس سابقہ روایات کی مانند پھر رواں دواں ہو گیا اس وقت خیر المدارس کی عمارات طویل و عریض رقبہ پر پھیلی ہوئی شاندار اور پر شکوہ مسجد ہے، بہترین اساتذہ کی ٹیم موجود ہے اور [illegible] کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد بفضلہ خم خانہ جاری ہے۔

ابھی دور کے ابتدا میں حضرت المخدوم مولانا خیر محمد صاحب نے دوسرے اکابر علماء کے مشورہ سے دیوبندی مدارس کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے کی ٹھانی۔ ان سطور کا راقم جسے دو برس وہاں تعلیم کی سعادت نصیب ہوئی اور وہی دو سال میری تعلیم کا حاصل ہے ——— کی موجودگی

میں حمار کا شاندار اجتماع ہوا۔ وفاق المدارس قائم ہوا۔ اس کے پہلے سربراہ حضرت مولانا سید شمس الحق افغانی اور ناظم عمومی حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ قرار پائے الحمد للہ یہ تنظیم اب بھی قائم ہے —— یہ تو درست ہے کہ جتنی عظیم توقعات ہم جیسے لوگوں کی اس سے وابستہ تھیں وہ سامنے نہ آئیں لیکن پھر بھی بہت کچھ ہو رہا ہے اور توقع ہے کہ بدلے ہوئے حالات میں یہ ادارہ مزید مستحکم ہوگا اور شاندار نتائج کا حامل۔

وفاق المدارس العربیہ نے حال ہی میں "قاضی" تیار کرنے کے لئے تین مدارس کو منتخب کیا ہے جس میں مدرسہ خیرالمدارس کے علاوہ حضرت العلام الشیخ مولانا سید محمد یوسف بنوری قدس سرہ کی قائم کردہ درسگاہ جامعۃ الاسلامیہ کراچی اور مخدوم ملت مولانا عبدالحق دام مجدھم کی قائم کردہ درسگاہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک شامل ہیں۔

اس وقت ہمارے ملک میں کسی نہ کسی درجہ میں مقصد پاکستان کی طرف جو پیش رفت ہو رہی ہے اس کی وجہ سے اہل علم اور ارباب مدارس پر زبردست ذمہ داریاں عائد ہو گئی ہیں —— ہمیں افسوس ہے کہ ہم نے الیکشنی سیاست اور جمہوری نظام (؟) کے نفاذ کے لئے تو بڑی محنت کی لیکن وہ ٹھوس عملی کام جو ہمیں کرنا چاہئے تھا، اس کی طرف توجہ نہ کی گئی۔

خدام الدین کے صفحات گواہ ہیں کہ ہم نے ارباب مدارس اور اہل علم کی خدمت میں بارہا درخواست کی کہ وہ علمی اور فکری رہنمائی کے لئے آگے بڑھیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس درخواست کی قبولیت میں ابھی دیر تھی اس لئے التوا ہوتا رہا اب جبکہ ہمارے قابل صد احترام بزرگ اور اساتذہ اس طرف متوجہ ہوئے ہیں تو ہم نہ صرف دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ اس منصوبہ کو بطریق احسن پروان چڑھائے بلکہ ہم ملک کے اہل ثروت اور مخیر حضرات سے بھی گذارش کریں گے کہ وہ آگے بڑھیں تاکہ مدارس اسلامیہ کی یہ سکیم سرمایہ کی کمی کی وجہ سے ادھوری نہ رہ جائے۔

اسلامی نظام حیات میں "قاضی" بنیادی پتھر ہیں اور ہمیں یہ کہنے میں باک نہیں کہ ہمارا موجودہ عدالتی سلسلہ اور اس میں کام کرنے والے حضرات تمامتر احترام کے باوجود ان ذمہ داریوں سے کماحقہ عہدہ برآ نہیں ہو سکتے جس کی ہمیں ضرورت ہے۔

اللہ تعالےٰ اس منصوبہ کو پروان چڑھائیں اسے روز بروز ترقی نصیب ہو اور اہل دین، اصحاب علم اور اربابِ مدارس وقت کے چیلنج کا مؤثر اور معقول جواب دے سکیں۔

ع این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

احترام رمضان آرڈیننس

رمضان المبارک گذر گیا۔ اس کے احترام کو قائم رکھنے کے لئے حکومتی آرڈیننس خوش آئند بات تھی۔ انتظامیہ میں گھسے ہوئے مخصوص قماش کے اہل کار ہر ایسے کام کو سبوتاژ کرتے ہیں جو ان کی فرنگی تہذیب سے ٹکراتا ہے —— بعض جگہ سے اس سلسلہ میں شکایات بھی ملیں تاہم بہ حیثیت مجموعی کام اچھا تھا اور ہمیں امید ہے کہ حکومت خدا ترس، مخلص، نیک طینت اور صاحب صلاح و تقویٰ اہل علم کے مشورہ سے آئندہ وقت سے پہلے اس کی اصلاح کی کوشش کریں گے تاکہ اس کی افادیت زیادہ کھل کر سامنے آ سکے۔

ہم گذارش کریں گے کہ خوشامدی اور تملق پیشہ لوگ جو علم و مشیخیت کے لباس میں ننگِ انسانیت ثابت ہو رہے ہیں حکومت ان سے بچے اور مخلصین کے دروازہ تک پہنچ کر ان سے مشورہ لے کیونکہ نعم الامیر علی باب الفقیر

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبید اللہ انور مدّ ظلہم ○

الحمد للہ و کفیٰ و سلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم:-

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ صدق اللہ العظیم)

محترم حضرات! چوتھے پارے کے پانچویں رکوع سے ایک آیت کریمہ تلاوت کی گئی ہے جو شانِ نزول کے اعتبار سے تو ایک خاص واقعہ سے متعلق ہے تاہم اس میں اللہ تعالےٰ نے قیامت تک کے لئے اپنی نصرت و امداد کے نزول کا ایک اصول بیان فرما دیا ہے جو مسلمان قوم کے لئے ابتلاء و آزمائش اور دشمنانِ دین و ملت کے ساتھ مقابلہ کے موقع پر رہنمائی کا کام دیتا ہے۔ گویا اس آیت میں مسلمانوں کے عروج و زوال، فتح و شکست، کامیابی و ناکامی اور عزّت و ذلّت کا بنیادی نقطہ اور سبب بیان کر دیا گیا ہے۔ پہلے اس آیت کریمہ کا ترجمہ اور تشریح پیش کی جاتی ہے بعد میں انشاء اللہ اس کے متعلق بعض ضروری باتیں عرض کی جائیں گی۔

ترجمہ شیخ الہند رح

"اور سست نہ ہو اور نہ غم کھاؤ اور تم ہی غالب رہوگے۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو۔"

حاشیہ شیخ الاسلام رح

"یہ آیات جنگ اُحد کے بارہ میں نازل ہوئیں۔ جب مسلمان مجاہدین زخموں سے چُور چُور ہو رہے تھے، اُن کے بڑے بڑے بہادروں کی لاشیں آنکھوں کے سامنے مُثلہ ہوئی پڑی تھیں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اشقیاء نے مجروح کر دیا تھا اور بظاہر کامل ہزیمت کے آثار نظر آ رہے تھے۔ اس ہجوم شدائد و یاس میں خداوند قدوس کی آواز سنائی دی — وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (دیکھنا! سختیوں سے گھبرا کر دشمنانِ خدا کے مقابلہ میں نامردی اور سستی پاس نہ آنے پائے۔ پیش آمدہ حوادث و مصائب پر غمگین ہو کر بیٹھ رہنا مومن کا شیوہ نہیں، یاد رکھو آج بھی تم ہی معزز و سربلند ہو کر حق کی حمایت میں تکلیفیں اٹھا رہے ہو اور جانیں دے رہے ہو، اور یقیناً آخری فتح بھی تمہاری ہے۔ انجام کار تم ہی غالب رہو گے۔ بشرطیکہ ایمان و ایقان کے راستے پر مستقیم رہو اور حق تعالیٰ کے وعدوں پر کامل وثوق رکھتے ہوئے اطاعت رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے قدم پیچھے نہ ہٹاؤ) اس خدائی آواز نے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیا اور بژمردہ جسموں میں حیاتِ تازہ پھونک دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کفار جو بظاہر غالب آ چکے تھے زخم خوردہ مجاہدین کے دوبارہ حملہ کی تاب نہ لا سکے اور سر پر پاؤں رکھ کر میدان سے بھگے

جنگِ اُحد

محترم سامعین! حضرت شیخ الاسلام کے وضاحتی حاشیے سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ یہ اور اس کے بعد کی کئی آیات کریمہ جنگ اُحد میں پیش آنے والے مختلف حالات سے متعلق ہیں — یہ جنگ دراصل جنگ بدر میں مشرکین مکہ کی ذلت آمیز شکست کے نتیجہ میں انتقامی جذبہ کے تحت وقوع پذیر ہوئی کہ اس میں کفار قریش کے پیشِ نظر مقتولین بدر کا مسلمانوں سے بدلہ لینا تھا چنانچہ وہ اپنی تمام ممکنہ قوت مجتمع اور ہر قسم کے مادی وسائل سے مسلح ہو کر جنگ بدر کے تقریباً ایک سال بعد اُحد کے میدان میں خیمہ زن ہوئے۔ اِدھر ہادی برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہؓ سے مشورہ کیا اور جذبہ جہاد، قوتِ ایمان، شوقِ شہادت اور عشقِ رسالت سے سرشار پُرجوش نوجوان مجاہدین کی تجویز پر کفار سے مقابلہ کے لئے مدینہ سے باہر نکلے اور اُحد کے میدان میں دونوں لشکر آمنے سامنے مقابلے کے لئے تیار ہوئے۔

۱۵ر شوال المکرم کو اس مختصر سے اسلامی لشکر کے سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفسِ نفیس نقشۂ جنگ قائم کیا۔ صفوں کو ترتیب دینے کے بعد پہاڑ کا ایک درہ باقی رہ گیا جس کے راستے عقب سے دشمن کے حملہ آور ہونے کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی سرداری میں ۵۰ تیراندازوں کا دستہ مامور فرمایا اور انہیں تاکیداً ہدایت فرمائی کہ مسلمان غالب ہوں یا مغلوب، تم کسی صورت بھی یہاں سے نہ ٹلنا۔

جنگ ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق اسلام کے اِن مٹھی بھر مجاہدین اور فرزندانِ توحید کو کفار پر واضح غلبہ نصیب فرمایا اور کفار میدان سے شکست خوردہ ہو کر بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ مسلمانوں نے مالِ غنیمت پر قبضہ کرنا شروع کیا تو درّے کا پہرہ دینے والے تیراندازوں نے یہ منظر دیکھ کر خیال کیا کہ کامل فتح حاصل ہو چکی ہے اور کفار مغلوب و ناکام ہو چکے ہیں لہٰذا ہمیں یہاں مقرر فرمانے اور تاکید کرنے سے جو منشاءِ رسالت تھا وہ پورا ہو چکا ہے اور اب یہاں ٹھہرے رہنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن جبیرؓ اور ان کے گیارہ ساتھیوں کے علاوہ تمام تیرانداز اپنی جگہ چھوڑ کر مالِ غنیمت اکٹھا کرنے میں مصروف ہو گئے۔

حضرات! بس ان حضرات کے بتقاضائے بشریت تمامتر اخلاص کے ہوتے ہوئے منشاءِ رسالت کے سمجھنے میں اجتہادی خطا کی بناء پر فرمانِ نبوت پر عمل نہ کر سکنے کی وجہ سے وہ نازک صورت حال پیش آئی کہ جس کا تصوّر بھی روح فرسا ہے۔ اس وجہ سے حضور علیہ السلام کو تکلیف پہنچی تو اللہ تعالےٰ نے بڑے واضح الفاظ میں اعلان فرمایا۔ ولقد عفا اللہ عنہم کہ اللہ نے ان کی اس حرکت کو معاف کر دیا ہے بلکہ اس سے آگے بڑھتے ہوئے ان صحابہ کرام کے بارے میں اپنے پیغمبرؐ کے سامنے ایک طرح کی سفارش بھی کی ہے کہ فاعف عنہم واستغفر لہم وشاورہم فی الامر۔ کہ اے پیغمبر! آپؐ نہ صرف ان کی اس حرکت سے درگذ فرمائیں اور ان کے لئے مغفرت طلب فرمائیں بلکہ آئندہ بھی حسب سابق ان کو باقاعدہ اپنے مشوروں میں شریک کریں اور اُن کے بارے میں اب کسی طرح بھی کوئی رنجش اپنے دل میں نہ رکھیں کہ وہ میرے نزدیک مخلص اور نیک نیّت ہیں۔

محترم حضرات! صحابہ کرامؓ کے بارے میں ان واضح الفاظ کے بعد اب کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ان مقدس ہستیوں کے بارے میں طعن و تشنیع کے الفاظ استعمال کرے اور انہیں اپنی تنقید کا نشانہ بنائے ایسا کرنا اپنے ایمان کو ضائع کرنا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں صحیح مومن بن کر اسلام کی خدمت کی توفیق نصیب فرمائے — وما علینا الا البلاغ۔

پاکستان میں

اسلام اور مغربیت کی کشمکش کا تاریخی پس منظر

ابو طلحہ میواتی ایم اے

تحریکِ پاکستان کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ برّصغیر کے مسلمانوں میں کچھ لوگ ایسے بھی انگریزوں نے تلاش کر لیے تھے جو صرف اپنی اغراض کے بندے تھے۔ اور مادی خواہشات کی تکمیل ان کا مقصود و مطلوب تھا۔ انہیں اسلام اور مسلمانوں کے اجتماعی مفاد سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ایسے لوگوں کو انگریزوں نے اپنی ایجنٹی کے لیے منتخب کر لیا تھا۔ اس طبقے کو انگریزوں نے اسلام اور مسلمانوں کے اجتماعی مفاد سے غدّاری اور خود انگریزوں سے وفاداری کے صلے میں اعزازات و خطابات، جاگیروں اور دیگر انعامات و کرامات سے نوازا۔ تحریکِ آزادی کے دوران ان کی تمام ہمدردیاں اپنے مغربی آقاؤں کے ساتھ رہیں۔ اور جب دیکھا کہ تحریکِ آزادی پایۂ تکمیل کو پہنچنے والی ہے اور انگریز اب زیادہ دیر حاکم کی حیثیّت سے نہیں ٹھہر سکتے تو بحالت مجبوری اپنے دل کے چور کو سینوں میں چھپاتے ہوئے مسلم لیگ کی صفوں میں آ گھسے اور بطورِ منافقت مسلمانوں کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے نعرۂ اسلام لگاتے رہے۔ حالانکہ ان کے دل و دماغ کا اسلام اور مسلمانوں کے اجتماعی مفاد سے دُور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ مسلم لیگ کے ذمّہ دار لوگوں کو مسلم لیگ کی جیب کے ان کھوٹے سکّوں کا احساس تھا مگر حالات کے تقاضوں نے انہیں قبول کرنے پر مجبور کر رکھا تھا۔

میں نے اپنے آشیانے کے لیے
جو چبھے دل میں وہی تنکے لیے

پاکستان بن جانے کے بعد اور خصوصاً قائدِاعظم کی وفات کے بعد یہ لوگ اپنا ظاہری لبادہ اتار کر اپنے اصلی روپ میں ظاہر ہو گئے اور غیروں سے آنکھ مچولی کر کے مسلمانوں کی اس اسلامی ریاست کی اجتماعی اور سیاسی زندگی پر چھا گئے، افسوس! صد افسوس! ؏

"منزل انہیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے"

یہ لوگ اپنوں کے نمائندے نہیں بلکہ غیروں کے ایجنٹ ثابت ہوئے اور ان لوگوں نے اینگلو امریکن بلاک کی غلامی کا حق ادا کرنے کے لیے اس مقصدِ مقدس کو بالائے طاق رکھ دیا جو اس مسلمان ریاست کے وجود میں آنے کا باعث بنا تھا۔ ان مادہ پرست اور مغربیّت زدہ سیاستدانوں نے نہایت بے غیرتی کے ساتھ خدا اور رسولؐ کے ساتھ غدّاری کی، قوم کو بے وقوف بنایا۔ اور مسلمانوں کے لیے ایک مثالی اسلامی ریاست کے حصول کی خاطر دی جانے والی تمام قربانیوں کو فراموش کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ تیس سال تک اس ملک میں اسلامی نظامِ حیات نافذ نہ ہو سکا۔ پاکستان کی تاریخ "تاریخِ اسلام" کا حصّہ ہو گئی اور اب تک ہمارے اور ہماری آنے والی نسلوں کے لیے یہ تیس سالہ تاریخ باعثِ شرم تو ہے باعثِ فخر نہیں۔ یہ تیس سالہ تاریخ بیشمار اسلامی، ایمانی، اخلاقی، جانی، مالی، سیاسی اور اقتصادی تباہ کاریوں سے عبارت ہے، اور اس سب

کی ذمہ داری انہی نا اہل سیاستدانوں پر عاید ہوتی ہے۔ یہ لوگ کسی اور وجہ سے خواہ کتنے ہی اہل کیوں نہ ہوتے لیکن کم از کم ایک ایسے ملک کی قیادت کے لیے اہل نہیں ہو سکتے تھے جسے اسلام اور مسلمانوں کے لیے بنایا گیا ہو۔ یہ لوگ صرف عملی ارتداد میں ہی نہیں بلکہ اعتقادی ارتداد میں بھی مبتلا تھے۔ اسلام اور مسلمانوں کی بات، صرف وہ اس لیے کرتے تھے کہ انہیں ایسے ملک پر حکومت، کرنی تھی جس کی رعایا مسلمان تھی اور ہے اور خدا و آخرت پر ایمان رکھتی ہے اور اسلام کیخاطر اپنی ہر شے قربان کرنے کو تیار ہے۔ تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ کسی زمانے میں کسی ایسے حاکم نے مسلمان قوم کو "اسلامی نظامِ زندگی" مہیا کر دیا ہو جو خود اس پر ایمان لا کر عمل نہ کرتا ہو۔ سب سے پہلا "جہاں" انسان کا اپنا وجود ہے، جس پر انسان کو کلیتہً اختیار حاصل ہے۔ جو شخص اپنے وجود پر خدائی قانون نہیں چلا سکتا وہ اپنے گھر، محلہ، معاشرہ اور ملک پر خدائی قانون کو نافذ نہیں کر سکتا۔

یہی وجہ ہے کہ آج تک اس ملک میں اسلامی نظامِ حیات نافذ نہیں ہو سکا ہے۔ ان نام نہاد مسلمان قائدین نے عظیم ماضی رکھنے والی اس عظیم قوم کو راہِ فطرت سے ہٹا کر غیروں کی نگاہ میں ذلیل کرایا۔ غیروں کی "نظریاتی نسل" اور "افکاری اولاد" آج تک اس ملک میں سیاست دانوں، شاعروں، صحافیوں اور ادیبوں اور نام نہاد دانشوروں کے روپ میں موجود ہے جن کی تمام تر وفاداریاں اپنے غیر ملکی آقاؤں کے ساتھ وابستہ رہی ہیں۔ ایک ایسا ملک جو "نظامِ سلطنت" کے لیے، بلکہ "نظامِ نبوت" کے نفاذ، بقاء اور اس کی اشاعت و حفاظت کے لیے بنایا گیا تھا۔ اس کی قیادت کے لیے کسی ایسے مسلمان کی ضرورت تھی جو رات کا "راہب" دن کا "مجاہد" ہوتا تو پاکستان کی تاریخ اس سے مختلف ہوتی جواب ہے۔ ہندوستان کی سرزمین پر اور پاکستان تو بن سکتے تھے۔ لیکن پاکستان کی سرزمین پر "مقبوضہ کشمیر" اور "بنگلہ دیش" نہ بنتے۔ لیکن بدقسمتی سے رات کے رنگیلے اور دن کے مکار و بزدل ملک کی اجتماعی اور سیاسی زندگی پر مسلط ہو گئے۔ بھٹو کی غاصبانہ و فاسقانہ حکومت کے خلاف "قومی اتحاد" کے نام سے قوم نے تحریک چلائی تو اس کی صفوں میں بھی تحریک پاکستان کی طرح بعض منافق، مغربیت زدہ، خواہشات کے غلام اور اقتدار کے بجاری آ گھسے تھے اور بھٹو آمریت کی تلوار کے خوف سے جو گردن پر لٹک رہی تھی، قومی اتحاد میں پناہ آ پکڑی اور منافقانہ طور پر نعرۂ اسلام لگاتے رہے لیکن جونہی اس مصیبت سے نجات ملی ان کے دل کی بات ان کے منہ پر آ گئی۔ ان لوگوں کو اسلام اور مسلمانوں سے کوئی ہمدردی نہیں ہے، ان کا مقصود و معبود صرف اور صرف اقتدار ہے۔ اصغر خاں بھی اسی قافلے کا بچھڑا ہوا آدمی معلوم ہوتا ہے، جس کا رخ کعبۂ اسلام مکہ کی طرف نہیں بلکہ لندن اور خصوصاً واشنگٹن کی طرف ہے۔ ایسے سیاسی مداریوں کو یہ قوم تیس سال تک آزما چکی ہے۔ ابھی چند دن کی بات ہے کہ یہ شخص "قومی اتحاد" کے پلیٹ فارم سے رات دن "نظامِ مصطفےٰ" کا وظیفہ کیا کرتا تھا اور اب اپنے امریکی آقاؤں کے اشارے سے تحریک کے دوران ہزاروں شہید و زخمی اور لاکھوں جیل جانیوالے مجاہدوں سے بے وفائی کر رہا ہے۔ یہ شہداء کی لاشوں پر جشنِ تاجپوشی منانا چاہتا ہے۔ انشاءاللہ اب یہ قوم ایسے بدعہد، بے وفا اور مکار آدمی کو اپنے اوپر کبھی مسلط نہیں کر سکتی۔ یہ سیاسی گرگٹ اب مزید اس قوم کو بیوقوف نہیں بنا سکتے۔ اب پاکستان میں "مساٹیر" کا دور ختم ہوا چاہتا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جناب اصغر خاں خاتم المساٹیر ثابت ہوں گے۔ ہاں اگر اصغر خاں صاحب دنیا میں پائلٹس کی کوئی بین الاقوامی تنظیم قائم کر کے اس کے صدر یا چیئرمین بن جائیں تو اس پر کسی کو بھی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ لیکن پاکستان کے مسلمان باشندے جو کئی دفعہ اسلام کی خاطر خون کے دریا عبور کر چکے ہیں ایسے شخص کو کس طرح اپنا

قائد مان لیں جس نے دنیا میں کوئی چیز بھی اسلام اور مسلمانوں سے نہیں سیکھی۔ یہاں تک کہ اس نے خود اسلام کو اسلام سے نہیں بلکہ اپنے مغربی آقاؤں سے سیکھا ہو۔ یہی وجہ ہے وہ اب کچھ دنوں سے "جدید اسلام" اور "جدید اسلامی معاشرہ" کی باتیں کرنے لگے ہیں۔ جس کے پس منظر میں ان مغربیت زدہ لوگوں کا یہ خبث باطن پوشیدہ ہے کہ گویا پرانا اسلام جو قرآن و سنت، کی صورت میں پیغمبرِ اسلام کی زندگی میں مکمل ہو چکا تھا اس جدید اور سائنسی دور میں ناقابلِ نفاذ اور ناقابلِ عمل ہے۔ اور خدانخواستہ جدید تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے اس میں حذف و تحریف اور ترمیم و اضافہ سے کام لینا پڑے گا۔ یا اسلام صرف چند عقائد و رسم و رواج کا مجموعہ ہے مکمل ضابطہ زندگی نہیں ہے۔ حالانکہ اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے، اور اس کی فطری و لازوال صداقتیں زمان و مکان کے تغیّر و تبدّل سے متاثر نہیں ہو سکتیں۔ اسلام دنیا میں اس لیے نہیں آیا کہ ہم جہاں ہیں وہیں رہیں۔ اور اسلام کو کھینچ تان کر اپنے مطابق کر لیں۔ بلکہ اسلام تو اس لیے آیا ہے کہ ہم خود اپنے آپ کو اسلام کے مطابق کر لیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے "کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنی خواہشات کو اس دین کے تابع نہ کر دے جسے میں لے کر آیا ہوں"۔

۲۰ر اگست ۱۹۷۷ء کو اخبارات میں جناب اصغر خاں کا ایک انٹرویو شائع ہوا ہے جو اس نے ٹائمز کے نامہ نگار کو دیا تھا۔ اس میں وہ کہتے ہیں کہ پاکستان میں رجعت پسند معاشرے کی گنجائش نہیں۔ یعنی دورِ رسالت اور دورِ صحابہ کا معاشرہ جو اہلِ اسلام کا معیاری اور مثالی معاشرہ ہے، اصغر خاں مغربیّت زدہ کے لیے وہ موزوں نہیں ہے۔ اسے ایسے معاشرے کی ضرورت ہے جو نسلاً تو مسلمان ہو مگر ذہناً اور قلباً خود اس کی طرح مغربی ہو۔ اصغر خاں صاحب نے اس انٹرویو کے دوران یہ بھی کہا کہ میں اسلامی نظریہ رکھتا ہوں لیکن ساتھ ہی آزادانہ خیالات بھی رکھتا ہوں۔ جس کا صاف مطلب ہے میں حرام و حلال سے متعلق اسلام کی قیود کا پابند نہیں ہوں۔ کیا اس کو فکری اور عملی ارتداد کے علاوہ کوئی اور نام دیا جا سکتا ہے۔ انشاءاللہ اب ایسے اقتدار پرست لوگوں کے سینے ان کی آرزوؤں کا مدفن ثابت ہوں گے اور خدا و آخرت کو ماننے والی یہ مسلمان قوم اب کبھی بھی کسی خود غرض و خواہشات کے پجاری شخص کو اپنا قائد نہیں بنا سکتی۔ قومی اتحاد کے پلیٹ فارم سے ان لوگوں کو جو مقبولیت حاصل ہوئی تھی اس کی وجہ سے ان کو خوش فہمی ہو گئی ہے۔ انہیں اب اپنی اصلی قیمت کا اندازہ ہو جائے گا۔ قطرہ اگر سمندر میں رہے تو خود بھی سمندر ہے اور اگر سمندر سے جدا ہو جائے تو زمین کی خوراک بن کر اپنا وجود ختم کر لیتا ہے ؎

سینے کا داغ ہے وہ نالہ جو لب تک نہ گیا
خاک کا رزق ہے وہ قطرہ جو دریا نہ ہوا

میں اپنے مسلمان بھائیوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ خدا کے لیے اپنے ذاتی حالات و مفادات سے بالاتر ہو کر اسلام اور مسلمانوں کے اجتماعی مفادات کو سامنے رکھ کر سوچیں اور آئندہ ایسی غلطی کا اعادہ نہ کیا جائے۔ جس کی سزا ہم تیس سال تک بھگت چکے ہیں۔ تحریکِ پاکستان اور "تحریک قومی اتحاد" کا مقصد اسی صورت میں پیدا ہوتا ہے کہ آئندہ ہم اپنی سیاسی اور اجتماعی زندگی کی امارت کے لیے ایسے ہی لوگوں کو اہل سمجھیں جو نہ صرف اسلام پر ایمان رکھتے ہوں بلکہ دل و جان سے اس پر عمل کرتے ہوں اور اس کی حفاظت و اشاعت ہی ان کا مرنا و جینا ہو۔ اگر ہم دل و جان سے یہ چاہتے ہیں کہ وہ مقصد پورا ہو جائے جس کی خاطر یہ ملک منصّۂ شہود پر آیا تھا تو اس کی سربراہی کے لیے ان لوگوں سے زیادہ کون اہل ہو سکتا ہے جو "نظامِ مصطفیٰ" کے عالم بھی ہوں اور عامل بھی ہوں اور اس کی حفاظت و اشاعت ہی ان کی زندگی کا مقصدِ عظیم ہو۔ یعنی جب نافذ ہی اسلامی نظامِ زندگی کرنا ہے تو پھر اس نظامِ زندگی کی قیادت کے لیے وہی لوگ اہل ہو سکتے ہیں جو اس نظامِ زندگی کے عالم بھی ہوں اور عامل بھی ہوں دوسرے الفاظ میں "نصابِ مصطفیٰ"

پر عمل کرنے والے ہی "نظامِ مصطفیٰ" قائم کر سکتے ہیں۔ نظامِ مصطفیٰ نافذ کر کے اس کی سربراہی ایسے شخص کو کیسے سونپی جا سکتی ہے جس نے صرف مغربی نظامِ زندگی ہی کو جانا اور پہچانا ہو اور اسلام کی الف، ب بھی نہ جانتا ہو، یورپین افکار و نظریات کے شیدائی اور مغربی تہذیب کے پرستار اسی صورت میں قائد بننے کی اہلیت رکھتے ہیں جب "نظامِ زندگی" مغربی ہی ہو۔ لیکن اب انشاء اللہ خدا کے نام پر مانگے گئے اس ملک میں خدائی نظام ہی چلے گا۔ نظامِ مصطفیٰ کی قیادت کے لیے علمائِ اسلام کے سوا اور کوئی شخص اہل نہیں ہو سکتا۔ مسلمان قوم پر علمائِ اسلام، صوفیائے عظام اور دیگر بزرگانِ دین کا احسانِ عظیم ہے، یہی وہ مقدّس ہستیاں ہیں جو انگریزوں کے دورِ اقتدار میں اسلامی افکار و نظریات اور اسلامی تہذیب و تمدن کی حفاظت کی خاطر اپنے جان و مال اور دنیاد مافیہا سے بے نیاز ہو کر میدان میں آ گئی تھیں، تمام عرصہ انگریزوں کے غدّار کہلائے، نظربندی، زبان بندی، جلاوطنی، حبسِ بے جا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، کوڑے کھائے اور اسلام اور مسلمانوں کے اعلیٰ مقاصد کی خاطر ان ظالموں کے تختہ دار کو بھوسہ دیتے رہے ؎

آزمائش کے ٹپکتے ہوئے ہنگاموں میں
وقت نے ان کے نشاناتِ قدم دیکھے ہیں
تختۂ دار پر آئے تو اسے چوم لیا
تاریخ نے ایسے جی دار بھی کم دیکھے ہیں

تاریخ گواہ ہے کہ خلفاء راشدین کے بعد ماسوائے چند مسلمان حکمرانوں کے جن سے ہماری شاندار تاریخ منسوب ہے اکثر حکمرانوں کی فکری اور عملی صلاحیتوں کا مرکز "حصولِ اقتدار" یا "تحفظِ اقتدار" رہا ہے، خواہ بنوامیہ کا دور ہو یا بنوعباس و عثمانی ترکوں کا ہر دور میں اہلِ اسلام کی کشتی کو بیشمار اور تباہ کن طوفانوں سے نکال کر یہاں تک پہنچانے کا سہرا انہی بزرگوں (یعنی علمائِ اسلام اور صوفیائے کرام) کے سر رہے۔ یہ اہلِ عزیمت لوگ ہر قسم کے نامساعد حالات کے باوجود اسلام پر جمے رہے۔ کروڑوں اہلِ ایمان کو دامنِ اسلام سے چمٹائے رکھا۔ درس و تدریس، تعلیم و تعلّم، ارشاد و تبلیغ، خانقاہوں اور ذکر و فکر کی مجالس کے ذریعے اپنی ان ذمّہ داریوں کو پورا کرتے رہے جو ختمِ نبوّۃ کے صدقے میں ان پر عاید ہوتی تھیں۔ غیروں کو درسِ حق سناتے رہے، اپنے جابر و ظالم حکمرانوں کے درباروں میں کلمۂ حق بلند کرتے رہے، اس کے صلے میں اپنوں اور غیروں کی طرف سے ظلم و ستم اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے، کوڑے کھاتے رہے، تختۂ دار پر لٹکتے رہے، مگر اپنے آقائے عربی سے بے وفائی نہیں کی۔ خود برِّصغیر ہندوپاک میں جس پر مسلمانوں نے تقریباً ایک ہزار سال تک حکومت کی ہے، گنتی کے چند بادشاہوں کو چھوڑ کر اکثر نے ہمیشہ اسلام پر اقتدار کو ترجیح دی۔ انھوں نے

تلوار کی بجائے کبھی زبان سے بھی اسلام کے لیے کام نہیں کیا۔ برّصغیر کی تاریخ میں بارہا ایسا ہوا ہے کہ مسلمان حکمرانوں نے صرف اور صرف اپنے ذاتی اقتدار کے تحفّظ اور اسے دیرپا بنانے کی غرض سے اسلام اور مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کو پسِ پشت ڈال دیا۔ ہندو اکثریت سے مرعوب ہو کر رواداری میں حد سے تجاوز کرتے رہے۔ یہاں تک کہ بعض حکمرانوں نے تو اپنے دل و دماغ تک کو بعض نام نہاد وفادار ہندوؤں کے حوالے کر دیا تھا۔ علاؤالدّین خلجی اور اکبر مغل کی دینِ اسلام سے دوری اور اہلِ اسلام کی حکومت ہونے کے باوجود شعائرِ اسلام کی توہین، اور بعض درد مند مسلمان زعماء کے ساتھ ظلم و ستم اسی ناعاقبت اندیشی کا نتیجہ تھا۔ اگر برّصغیر کے مسلمان حکمرانوں کو ذرا بھی اس حقیقت کا احساس ہوتا کہ ہمارے بڑوں نے مکہ معظمہ کو چھوڑ کر حبشہ و مدینہ کی طرف کیوں رُخ کیا تھا اور وہ کون سی چیز تھی جو ان کو حجازِ مقدس سے نکال کر قیصر و کسریٰ کے درباروں اور افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں لے گئی تھی اور یہ اصل کام پر توجہ دیتے، علمائے اسلام اور صوفیائے کرام سے تعاون کرتے جو لوگوں کے قلب و ذہن کا رُخ بدلنے میں مصروف تھے تو ہندوستان کی تاریخ ہی اور ہوتی اس لیے کہ برّصغیر کے مسلمانوں اور خصوصاً نو مسلموں کے لیے عملی ماحول مہیا کرنا

زندگی کی جزئیات و تفصیلات کو اسلامی کلیات و مسلمات کے تابع کرنا صاحب اختیار و اقتدار لوگوں کا کام تھا۔ ہندوستان کے ہندو اپنے مذہب پر آبائی تعلقات کی وجہ سے چل رہے تھے۔ یہ غیر فطری مذہب تھا جو بہت سی پیچیدہ اور ناقابلِ عمل رسومات کا مجموعہ تھا۔ اس مذہب کا انسانی زندگی کے سیاسی اور اجتماعی شعبوں سے کوئی تعلق نہ تھا۔ ذات پات کی غیر فطری تقسیم نے اولادِ آدم کے درمیان نفرت و حقارت کی دیواریں حائل کر رکھی تھیں۔ اگر برّصغیر کے مسلمانوں کا ذمّہ دار طبقہ کچھ بھی توجہ اصل کام کی طرف دیتا تو مسلمان ہزار سال حکمرانی کے بعد بھی اتنی اقلیّت میں نہ ہوتے جتنی اقلیت میں کہ تقسیم کے وقت تھے اور شاید پھر علیحدہ ملک مانگنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ لیکن افسوس سے

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمین پہ آسمان نے ہم کو دے مارا

برّصغیر کے حکمران مسلمان سیاستدانوں نے اس غفلتِ مجرمانہ کا ارتکاب کیا تو ملک انگریزوں کے ہاتھوں چھن گیا اور تقسیم کے بعد پاکستان کے حکمرانوں نے اصل کام سے غفلت برتی تو ہم ان حالات سے دوچار ہوئے جن سے کہ اب ہیں۔ میں تاریخی واقعات و تجربات اور موجودہ دور کے مشاہدات کے پیشِ نظر یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اسلام اور مسلمانوں کو جتنا نقصان خود مسلمان سیاستدانوں نے پہنچایا ہے اتنا غیروں نے بھی نہیں پہنچایا۔ اور غیروں نے بھی جو کچھ کیا ہے وہ انہی غدّار سیاستدانوں کے تعاون سے کیا ہے

جب باغ کا مالی صیّادوں سے آنکھ مچولی کرتا ہے
تو پھر اے بلبلِ ناداں تو ہی بتا انجام بہاراں کیا ہوگا

آج کئی سیاست دان اپنے زیرِ اثر ذرائع ابلاغ کے ذریعے اپنے سیاسی قد کاٹھ کو اپنی حقیقت سے بڑھ کر ثابت کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں اور ہر اہم بات اور کسی بڑے واقعہ کو اپنے سے منسوب کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں کہ اپنی تمام سیاسی صلاحیتوں کے باوجود "قومی اتحاد" کی تحریک سے پہلے "فرعون پاکستان" کے ہاتھوں بے بس ہو چکے تھے۔ حبسِ بے جا، نظربندی، اور قید و بند کی سزا بھگت رہے تھے۔ پاکستان کے غیوّر مسلمانوں نے "قومی اتحاد" کے نام سے کلمۂ حق بلند کیا۔ "قومی اتحاد" کی قیادت پر علمائِ اسلام کے افکار و نظریات کو غلبہ حاصل ہو گیا، علمائِ اسلام اپنی دینی مصروفیات یعنی درس و تدریس اور تصنیف و تالیف چھوڑ کر مشائخِ عظام اور صوفیائے کرام اپنی ذکر و فکر کی مجالس اور خانقاہیں چھوڑ کر علومِ اسلامیہ کے زیرِ تعلیم طلباء اپنے اسباق کی قربانی دے کر میدان میں آئے اور "فرعونِ پاکستان" کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کی خاطر کردار موسوی ادا کیا۔ حبسِ بے جا، نظربندی، زبان بندی کی سزا بھگتی، جیل گئے، زخمی ہوئے، گولیاں کھائیں۔ آقائے عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی کو اہلِ پاکستان

کی زندگی بنانے کی خاطر اہلِ اقتدار کے شرمناک مظالم برداشت کئے اور جان و مال سے لے کر اپنی عزّت و وقار تک کو اس داؤ پر لگا دیا۔ یہاں تک کہ پاکستان کے مسلمانوں کو تاریخِ پاکستان کے "فرعون" سے نجات ملی۔ ان مذکورہ بالا سیاسی مداریوں کی رہائی اور "فرعونِ پاکستان" کے مظالم سے نجات انہی حضرات کی مرہونِ منّت ہے۔ آج بعض پائیلٹ حضرات اور بعض رامے پچھے مسلمانوں کی ان محسن جماعتوں کو رجعت پسند اور ان کی "راہ" کو ملّا ازم کا نام دے رہے ہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ جب یہ لوگ زیرِ عتاب و زیرِ حساب ہوتے ہیں تو مشرف بہ اسلام ہو جاتے ہیں۔ انہیں اہلِ اسلام کا خدا بھی صحیح سوجھائی دیتا ہے۔ اور دنیائے انسانیّت کے تمام دکھوں کا علاج بھی اسی راستے میں نظر آتا ہے جسے یہ ملّا ازم کہتے ہیں۔ اور جب انہیں عافیّت نصیب ہو جاتی ہے تو پھر ان کا قلبی کوڑھان کی زبانوں پر آ جاتا ہے۔

میں قرآن و سنّت، تاریخِ اسلام اور ماضی قریب کے واقعات و تجربات کی روشنی میں پورے وثوق سے یہ بات کہتا ہوں کہ جب تک مسلمانوں کو صرف پاکستان ہی میں نہیں بلکہ تمام اسلامی ممالک میں غیروں کی "نظریاتی نسل" اور "افکاری اولاد" کی قیادت سے نجات نہیں مل جاتی اور ایسی قیادت نصیب نہیں ہو جاتی جو اسلامی نظامِ زندگی کی عالم بھی ہو اس پر عامل بھی ہو

مولانا سید امین الحق
فاضل دیوبند

زمینداری کا شرعی نظام

خطیب
جامع مسجد
(شیخوپورہ)

زمین کی آبادکاری ہی زمین کا قبضہ ہے

اگر کوئی مالک زمین میں کام کرنے کی جانی مشقت کو برداشت نہیں کرسکتا یا مالی مئونت کا وہ تحمل نہیں کرسکتا ہے تو ایسا مالک زمین کی آبادکاری سے عاجز سمجھا جاتا ہے اور اس کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس زمین کا ایسا مالک سمجھا جائے کہ اس کو اس زمین سے بیدخل نہیں کیا جاسکتا ہے اور سرکاری کاغذات میں چونکہ اس کے نام وہ زمین لگ چکی ہے اسلئے وہ اس کا مالک رہیگا اور اسکی زمین اسکے قبضہ میں رہیگی، اسلام ایسے مالک کے برائے نام ملک اور قبضہ کو تسلیم نہیں کرتا ہے جو کہ وہ اپنی زمین کو آباد نہیں رکھتا ہے یا آباد نہیں رکھ سکتا ہے مگر اسکو رو کے رکھتا ہے، چنانچہ حضرت علی کے عہد خلافت میں ایک کسان مسلمان ہوا تو امیرالمؤمنین نے اسے فرمایا کہ آپ اگر بدستور اپنی زمین میں کام کرتے ہوئے اس میں اپنا معاش قائم رکھینگے تو آپ کی زمین آپ کے پاس رہیگی اور جزیہ ہم نے آپ سے اٹھالیا ہے اور آپ کی زمین میں خلافت کا جو حق ہے وہ آپ سے لیا جائیگا اور اگر آپ نے ایسا نہیں کیا اور معاش کے دوسرے ذرائع پسند کرلئے تو آپ کی زمین کا ہم زیادہ حق رکھتے ہیں، اسی طرح حضرت عمر نے ایک مسلمان عورت سے کہا تھا، اور خلفاء راشدین کی غرض اس سے یہ تھی کہ جو شخص زمین کی آبادکاری سے عاجز ہے تو اس کی زمین کو امیرالمؤمنین آباد رکھیں گے تاکہ تمام مسلمانوں کے حقوق جو زمین میں رکھے گئے ہیں تلف نہ ہوجائیں اور ملک میں روزی کی کمی نہ آجائے (احکام القرآن جصاص ص۸۳۲ ج ۳)

حضرت عمر اور حضرت علی نے ایسے مالک کو زمین سے بے دخل کرنے کا نوٹس دیا ہے جس میں وہ کام نہیں کرتا یا نہیں کرسکتا ہے اور یہ وقت کا سیاسی انتظام نہیں تھا بلکہ وہ اسلام میں ہمیشہ کا ضابطہ ہے چنانچہ ابوبکر جصاص لکھتے ہیں جس میں اپنی زمین کو آباد رکھنے کی صلاحیت نہیں ہے تو ہم حنفیوں کے مسلک میں قاعدہ یہ ہے کہ حکومت ایسے مالک کو اس کی زمین سے بے دخل کردے اور حکومت اپنے انتظام میں خاطر خواہ اس کا بندوبست کرے،،

احکام القرآن جصاص ص۵۳۲ ج۳

اور ابن عابدین کہتے ہیں اگر کوئی زمیندار اس قدر مجبور ہے کہ اسکے پاس کاشت وغیرہ کے لئے ذرائع نہیں ہیں تو حکومت اس کی زمین کو ایسے شخص کو آباد کرنے کے لئے دے جو اسکو آباد کرسکتا ہے تاکہ حکومت اس زمیندار کے حصہ میں سے سرکاری مال گذاری وصول کرے اور حکومت کو یہ بھی اختیار ہے کہ اس کی زمین کو ٹھیکہ پر دیدے اور ٹھیکہ کی رقم سے سرکاری مال گذاری وصول کرے اور حکومت کو یہ بھی اختیار ہے کہ کہ اپنی نگرانی میں اسکی زمین کاشت کرائے، اور اگر حکومت میں ایسا انتظامیہ شعبہ نہیں ہے تو حکومت کو یہ بھی اختیار ہے کہ اس کی زمین فروخت کردے، اور نہایہ میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں کسی کو اختلاف نہیں ہے اور حکومت کے ایسے اختیارات سے ایک شخص کو ضرر ضرور پہنچتا ہے مگر اس ایک شخص کے نقصان کے مقابلہ پر ایک اہم اور ضروری عام مقصد کو ضرر سے بچایا گیا ہے اور اصل مقصد بھی یہی ہے کہ عام مفاد کو ملحوظ رکھا جائے

ردالمختار ص۳۶۴ ج ۳)

آپ غور کیجئے کہ حکومت کو یہ تمام اختیارات دیئے گئے اور زمیندار کا تصرف روک دیا گیا اسکو امر نہیں کیا گیا کہ وہ خود حکومت سے امداد کی درخواست کرے یا اپنے دیگر مالکانہ حقوق و تصرفات کو قائم رکھے، اور اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ قرآن و حدیث نے مالکانہ تصرف کی بنیاد زمین کی آبادکاری پر رکھی ہے اور جب کوئی زمیندار زمین کی آبادکاری سے مجبور ہے خواہ وہ تنگدست ہے یا زمین کا رقبہ اس قدر وسیع ہے کہ وہ از خود اسکا انتظام نہیں کرسکتا تو اس کے مالکانہ بنیادیں اتنی قوت و سکت باقی نہیں ہے کہ اس کی ملکیت کے تمام حقوق کو قائم رکھے اور اس کے مالکانہ تصرف کو عمل میں لائے اسلئے ایسے زمیندار کو مالکانہ حقوق اور اختیارات سے روک دیا گیا اور نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ زمین کے ملک اور منقولہ املاک کے ملک میں کتاب اور سنت کے نقطہ نگاہ میں فرق ہے اور اس سے وہ شبہ رفع ہوجاتا ہے کہ جو بعض فضلاء کو پیش آیا ہے کہ منقولہ املاک غیر محدود حد تک اگر کسی کے ملک میں رہ سکتے ہیں تو غیر منقولہ املاک سے استفادہ کرنے کی حد کیوں لگائی جائیگی بلکہ منقولہ املاک کی طرح غیر منقولہ املاک سے بھی خواہ اس کی حد کتنی ہی وسیع ہو اس کے مالک کو اس سے استفادہ کرنے کا حق ہوجانا چاہئے مگر شارع کی نگاہ میں غیر آبادکار زمیندار کا ملک مشکوک اور مشتبہ ہے اور اس کی غیر آبادکاری کی وجہ نے اس کے ملک میں ضعف پیدا کردیا ہے اور منقولہ املاک پر اس کے ملک کے وجوہات دوسرے ہیں جو بہر حال قائم ہیں،

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس نے کسی مردہ زمین کو کارآمد بنالیا ہے تو وہ اس کی ہے اور خواہ مخواہ زمین کو رو کے رکھنے والے کے لئے تین سال بعد اس پر کوئی حق نہیں ہے ،، کتاب الخراج لابی یوسف ص۶۵

اور حضرت عمرؓ نے منبر پر بیٹھے ہوئے فرمایا جس نے کسی مردہ زمین کو آباد کرلیا تو وہ اس کی ہے اور خواہ مخواہ رو کے رکھنے والے کے لئے تین سال کے بعد اس زمین میں کوئی حق نہیں ہے اور حضرت عمرؓ کو ایسے اعلان کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ لوگ زمینوں کو روک لیا کرتے تھے اور اس میں کام نہیں کرتے تھے

کتاب الخراج ص۶۵،

ایک زمیندار کو شارعؑ نے تین سال تک زمین کو کارآمد بنانے کیلئے مہلت دی ہے اور اگر اس کے بعد اس نے کارآمد نہیں بنایا ہے تو شارعؑ نے اس زمین پر سے اسکا حق اٹھالیا ہے،،

بلال بن حارث مزنی کو پوری وادی عتیق عنایت فرمائی تھی مگر حضرت بلال اس کے ایک بڑے حصہ کو آباد نہ کرسکے تو حضرت عمرؓ نے ان کو بلا کر فرمایا کہ آپ کو زمین اسلئے نہیں دیگئی تھی کہ آپ نہ خود اس کو استعمال کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو استعمال کرنے کے لئے دیتے ہیں آپ اس زمین کا اتنا رقبہ اپنے پاس رکھ سکتے ہیں جسقدر کہ آپ نے کارآمد بنالیا ہے اور آپ کے استعمال میں آتا ہے، حضرت بلالؓ کے انکار کے باوجود بھی حضرت عمرؓ نے باقی زمین کو جو غیر آباد پڑی تھی واپس کرلی اور ایسے لوگوں کو دیدی جو اس کو آباد کرتے تھے

(کتاب الخراج یحییٰ ابن آدم)

اسلام بیشک کسی کے ملک میں کسی کو بھی دست اندازی کی اجازت نہیں دیتا مگر اس کا تجسس ضرور کیا جائیگا کہ اسکے ملک کا وسیع دائرہ کیونکر پھیلا اور اپنے ملک اور قوم کے دوسرے افراد کے مقابلہ پر اسقدر وسیع رقبہ زمین جس کا آباد کرنا اس کے بس سے باہر ہے اس کے ملک میں آیا ہے تو کیسے آیا اور کہاں سے آیا ہے کیا یہ اس کا جابرانہ ملک اور کاغذات مال کے توسط سے اسکا غاصبانہ قبضہ اور کسی غیر مالک غاصب کی دی ہوئی بخشش اور جاگیر تو نہیں ہے جس پر اس کو ملک کا گمان ہوتا ہے،

یاد رکھئے کہ اسلام میں ایسے ملک اور ید کی کوئی قدر قیمت نہیں ہے،

آپکو معلوم ہے کہ ہمارے اس ملک میں بہت سے استکباری زندگی بسر کرنے والے ایسے بھی ہیں جن کی امیرانہ نخوت کو انگریزوں کے لطف و عنایت نے چار چار چاند لگائے ہیں،، اور وہ سمجھتے ہیں کہ انگریزوں کی دی ہوئی جاگیروں کے شرعی مالک ہیں اور اسلام ان کے ملک کو جائز اور صحیح قرار دیتا ہے

واضح رہے کہ ہمارے اس ملک پر پہلے ہماری حکومت تھی اور انگریز نے اس ملک کی حکومت ہم سے قوت اور جبر سے چھین لی اور ہم پر وہ غالب آیا اور اس ملک کی غیر منقولہ جائداد مسلمانوں کے ملک اور تصرف میں تھی یا مسلمانوں کے ملک میں آسکتی تھی، اور انگریزوں کے تسلط و استیلاء کے بعد ہمارا حاکمانہ ملک و تصرف معطل ہوا، مگر انگریز ہمارے ملک کے غیر منقولہ املاک کا ہرگز جائز مالک اور شرعی مالک نہیں تھا اسلئے کہ مسلمانوں کے ملک پر متغلب غیر مسلم، مسلمانوں کے غیر منقولہ املاک کا مالک نہیں ہے اور اس متغلب غیر مسلم

نصیحت نامہ
دونوں جہاں میں فائدہ بخش

یہ نصیحت نامہ حضرت رائے پوری نوراللہ مرقدہ نے اپنی صاحبزادی صاحبہ (والدہ محترمہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رائے پوری رح) کو اُن کی شادی کے موقع پر تحریر کر کے عنایت فرمایا ——————

اوّل یہ کہ دنیا ناپائیدار ہے نہ یہاں کی خوشی باقی رہتی ہے نہ رنج و غم باقی رہتا ہے۔ یہاں سب مسافر ہیں، اپنے اپنے وقت پر سب کوچ کرنے والے ہیں یہاں کی سب چیزیں کھانا، کپڑا، زیور یا مکان، بھائی، باپ، دولت یا آشنا یہیں چھوٹ جاتا ہے۔ اُن میں سے کوئی ساتھ نہیں جاتا۔ قبر کے گڑھے میں جو اندھیری اور تنہائی کا گھر ہے، اکیلے کو ڈال کر چلے آتے ہیں، جسم کو کیڑے کھا لیتے ہیں پیٹ پھوٹ کر ایسی بدبو پھیلتی ہے کہ اللہ تعالےٰ پناہ میں رکھے۔ فقط ایمان اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے کام، وہاں کام آتے ہیں۔ جس کا ایمان خراب ہو گیا، وہ برباد اور تباہ ہو گیا۔ اس کا کہیں ٹھکانا نہیں۔

سو ایمان کی حفاظت بہت ضروری ہے۔ جن چیزوں سے ایمان جاتا رہتا ہے وہ دو ہیں۔ ایک شرک دوسرا کفر۔ شرک کا تو کتاب نصیحۃ المسلمین اور تقویۃ الایمان میں اچھی طرح سے بیان ہے۔ اور کفر یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا انکار کرنا یا اس میں شک کرنا، سنّت اور دین کی بات کو حقیر یا ذلیل جاننا اور عیب لگانا اور اگر کوئی دین کی بات پر طعن کرتا ہو، اس کی ہاں میں ہاں ملانا، ان سب باتوں سے آدمی کافر بن جاتا ہے اللہ تعالےٰ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہو جاتا ہے اور بدعت سے ایمان خراب ہو جاتا ہے۔ اس کا بیان بھی ان دونوں کتابوں میں اچھی طرح سے ہے۔

دوسرے یہ کہ نماز کی بہت حفاظت کرنی چاہیے۔ اوّل وقت پر ادا کرنی چاہیے۔ کسی کام یا شرم دنیا کی وجہ سے نماز ضائع نہ کرنی چاہیے۔ جو کوئی نماز کو جان کر ترک کرتا ہے وہ کافر بننے کے نزدیک ہو جاتا ہے۔

تیسرے یہ کہ جس روز سے اللہ صاحب نے تجھ کو زیور دیا ہے۔ اس روز سے جب برس پورا ہوگا تو چالیسواں حصّہ اس میں سے زکوٰۃ دینا تجھ پر فرض ہوگا۔ اور قربانی کرنا اور عید کے روز صدقہ وغیرہ دینا واجب ہے۔ جو زکوٰۃ نہیں دیتا، اس کے مال کے پترے بنا کر دوزخ میں گرم کر کے اس کی پیشانی اور پسلیوں پر داغ دیا جائے گا۔

چوتھے یہ کہ خاوند کی تابعداری اور خوش رکھنا اور حکم ماننا ان باتوں میں جن میں اللہ و رسولؐ کی ناراضگی ہو، بچتے رہنا، دل اور ظاہر میں خیر خواہی کرنا، کسی امر میں ناراض نہ کرنا۔ اگر قصور ہو جائے تو معاف کرانا اور جہاں تک ہو سکے دین کی رغبت دلانا اور ادب کے ساتھ نرمی سے نصیحت کرنا ضروری ہے۔

پانچویں یہ کہ پانی پت والی (پانی پت والی سے مراد حضرت راؤ تصدق حسین خاں صاحب گنگلوہی رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی زوجۂ محترمہ ہے) اور اس کی اولاد کے ساتھ ایسی تابعداری اور محبت کا برتاؤ کرنا کہ اُن کے

دل میں محبت اور راحت ہو، نہ یہ کہ ایسی بات کرے جس سے ان کو رنج پہنچے۔ اگر تجھ سے نفرت و عداوت ہو جہاں تک ہو سکے اپنے آپ کو ان کی خدمت کرنے والی اور تابعدار سمجھنا اور ان کی خیر خواہی کرنا، ہر بات میں ان کا ادب کرنا۔

چھٹے یہ کہ اپنے کنبے والوں اور نزدیکیوں اور قریبیوں سے بہت محبت اور ادب سے برتاؤ کرنا کہ ان کے دل میں تیری محبت اور زبان پر تیری تعریف ہو اور اپنے آپ کو سب سے کم جاننا۔

ساتویں یہ کہ ہر ایک آدمی سے نرم زبانی سے بولنا، خاکساری سے رہنا، ہر ایک کی خاطر اور تواضع کرنا، کسی کو سخت بات نہ کہنا، جو تجھ کو کوئی سخت بات کہے اس کو ویسا جواب نہ دینا، اپنے قصور کو قصور سمجھنا، دوسروں کے عیب نہ دیکھنا، کسی کی بات کسی سے نہ کہنا، کسی کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھنا، تکبر اور غرور نہ کرنا کیونکہ تکبر کرنے والا اللہ پاک کا دشمن ہوتا ہے اور کتاب تنبیہ الغافلین اور اکسیرِ ہدایت مطالعہ میں رکھنا۔ جو کچھ ان میں لکھا ہے، اس پر عمل کرنا۔ قرآن شریف کی تلاوت ہمیشہ کرنا اور جو جو سورتیں جس جس وقت پڑھنی بتلائی ہیں ان کو ہرگز نہ چھوڑنا، جو کوئی مانگنے والا حاجت مند کچھ سوال کرے، اپنے مقدور موافق ان کے ساتھ سلوک کرنا مہمان کی خاطرداری اور تواضع کرنا۔ اور اپنی مشکل اور حاجت میں اپنے رب ہی سے دعا اور عاجزی کرنا، کسی مخلوق سے امید نہ رکھنا۔

اب اللہ پاک تجھ کو اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے ان نصیحتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرماویں توفیق اسی کے اختیار میں ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب۔

بقیہ : زمینداری کا شرعی نظام

زوال کے بعد ان کے تمام مقبوضات جنکو ہم سرکاری املاک و مقبوضات کہتے ہیں مسلمانوں کے ملک میں واپس ہوتے ہیں اور ان میں خاص اشخاص کے املاک کو قدیم مالکوں کے حوالہ کئے جائیں گے ورنہ ان پر عام ملک یعنی قوم اور حکومت کا اجتماعی ملک ہوگا اور غیر مسلم متغلب کا بنایا ہوا کوئی مالک مالک نہیں رہتا ہے اس لئے کہ اسکو صحیح مالک نے مالک نہیں بنایا تھا اور غاصب اور غیر مسلم متغلب کو کسی کے مالک بنانے کا جائز حق نہیں دیا گیا ہے،، بدائع جلد ۷ صـ ۱۲۷، اور دوسرے فقہاء کی کتابوں میں صراحت کے ساتھ یہ بیان ہوا ہے،،

اگر ان جاگیرداروں کو اسلام کا دعویٰ اور کتاب و سنت کی پابندی کرنے کا عقیدہ ہے تو وہ از خود ان جاگیروں کو واپس کردیں جو صرف اسلام دشمنی اور افتراق امت اور کفر کے غلبہ کو قبلہ توجہ اور مرکز اخلاص بنانے کے صلہ میں ان کو جاگیریں دی گئی تھیں، ورنہ حکومت کو چاہئے کہ کفر کی قوت اور کفر کی حکومت کی طرح کفر کے تعلقات اور بہی خواہی کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دے اور اپنے ملک اور حکومت کے عوام کو اندرونی اور بیرونی خفیہ سازشوں کے فتنہ و فساد سے محفوظ کرلے کتاب و سنت کی ان تصریحات کو کہ زمین پر کسی کا ملک اور قبضہ تب ہی قائم رہتا ہے کہ وہ اس میں کام کرتا ہے، اور اس کو اپنے معاش میں اسکی ضرورت ہے اور جو رقبہ اسکی معاشی ضرورت سے زیادہ ہے اسکو دوسروں کے استفادہ کے لئے دیدیا جائے اور جس رقبہ زمین کو مالک زمین خود آباد نہیں کرسکتا ہے اس سے اس کی زمین لی جائیگی، سامنے لاکر مزارعت کی مشروعیت پر غور کرنا چاہئے کہ قرآن و حدیث سے مزارعت کی مشروعیت کی توقع کیجا سکتی ہے،،

حادثہ فاجعہ

ہمارے انتہائی مخدوم و معظم حضرت امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد قدس سرہٗ کے عاشق زار، اور ابوالکلامیات پر گہری نظر رکھنے والے بزرگ جناب ڈاکٹر شبیر بہادر پنی (ایبٹ آباد) کی اہلیہ محترمہ کے ناگہانی انتقال پر ہم صمیم قلب کے ساتھ اللہ سے حضور دعا گو ہیں کہ وہ مرحومہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ڈاکٹر صاحب نیز دوسرے متعلقین کو اپنے فضل بے پایاں سے صبر جمیل کی توفیق سے نوازے۔

اپنے قارئین سے پر خلوص دعا کی درخواست ہے۔

علوی —— مدیر

بعد از خطبۂ مسنونہ!

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ
ہو الذی بعث فی الامیین رسولا ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ؕ

یہ سورۂ جمعہ کی آیت ہے ۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت اور آپ کے فرائض نبوت کا ذکر فرمایا ۔ بنار کعبہ کے وقت حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے مل کر جو دعائیں کی تھیں ۔ ان میں ایک دعا ایک عظیم الشان نبی کے متعلق تھی ۔ اس دعا میں یہ بھی عرض کیا گیا تھا کہ وہ نبی تیری آیتوں کی تلاوت کرے ، لوگوں کا تزکیہ کرے ، اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے چنانچہ جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "دعائے خلیل" کے مصداق کے طور پر دنیا میں بھیجا گیا تو بالکل انہی ذمہ داریوں کے ساتھ ۔ اور اس آیت میں اسی کا ذکر ہے ۔

ایک بات جو ذکر فرمائی وہ ہے آپ کا "ان پڑھوں" میں مبعوث ہونا ۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ وہ آبادی جس میں آپ تشریف لائے عام طور پر ان پڑھ تھی ۔ اور آپ بھی "اُمّی" تھے ۔ لیکن ایسے "امی" کہ ؏

وہ آتے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے!

"امّی" ہو کر اللہ تعالیٰ کی وحی کے ذریعہ آپ نے ایسے ایسے حقائق و معارف کی تعلیم دی کہ دنیا انگشت بدنداں ہو کر رہ گئی ۔ آپ نے اپنے رب سے "علم" پا کر مستقبل کے عظیم الشان واقعات کی اطلاع دی اور ماضی کے واقعات کو "سچائی" کے ساتھ بیان فرمایا ۔ دوسری بات جو اس آیت میں ذکر ہے ، وہ وہی آپ کے فرائض نبوت ہیں اور اتفاق یہ ہے کہ ترتیب بھی "دعائے خلیل" والی ہے ، ان فرائض میں سے اس وقت صرف "تزکیہ" کی طرف توجہ دلانا ہے ۔

"تزکیہ" کا معنی و مفہوم "سنوارنا" ہے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی جو ایک عارف باللہ اور شیخ وقت تھے ، اپنے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ اور مجاہد عالم تھے ۔ سورۂ آل عمران میں "ویزکیھم" کے تحت فرماتے ہیں :-

"تزکیۂ نفوس" نفسانی آلائشوں اور تمام مراتب شرک و معصیت سے انکو پاک کرنا اور دلوں کو مانجھ کر صیقل بنانا ، یہ چیز آیات اللہ کے عام مضامین پر عمل کرنے ، حضور کی محبت اور قلبی توجہ و تصرف سے باذن حاصل ہوتی تھی "

حضور علیہ السلام کے دور سعادت میں اصلاح باطن کے لیے آپ کی مصاحبت ہی کافی شافی تھی اور جو جذبات صادقہ کے ساتھ مجلس پاک میں آجاتا اس کا رنگ ہی بدل جاتا ۔ بعد کے صلحار امت نے ذکر و فکر مراقبہ وغیرہ کا اہتمام کیا ۔ بعض حضرات زیادتی کرتے ہیں کہ اس قسم کے اعمال کو بُرے لفظوں سے یاد کرتے ہیں ۔ حالانکہ مقصد تو محض رضا و قرب الٰہی کا حصول ہے ۔ اس کے لیے یہ طریقے اختیار کئے گئے ورنہ یہ چیزیں مقصود بالذات نہیں ، مقصود بالذات تو یہی ہے کہ اللہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل ہو جائے ۔ ذکر الٰہی سے دلوں کا صیقل ہونا ، سکون و طمانیت حاصل کرنا وغیرہ باتیں قرآن و حدیث سے ثابت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بار بار "ذکر و فکر" کی طرف توجہ دلائی اور حضور علیہ السلام ہمیشہ "ذکر" میں مشغول رہتے ۔ اور اسی کی آپ نے امت کو تلقین فرمائی ۔ اب تو چل چلاؤ کا دور ہے ، دنیا میں ہر سو اندھیرا پھیلتا جا رہا ہے ۔ اہل اللہ خال خال نظر آتے ہیں ۔ لیکن جب اس قسم کے حضرات کا وجود باوجود دنیا میں عام تھا ۔ تو ان کے اخلاق و کردار اور استقامت کو دیکھ کر اہل کفر کے دل پگھل جاتے تھے ۔

جنگ آزادی کے عظیم اور یادگار تحریک ریشمی رومال کے آخری بزرگ اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کے محبوب تلمیذ رشید حضرت مولانا عزیز گل صاحب کا کا خیل اسیر مالٹا کی شادی ایک نو مسلم انگریز خاتون مس جیبی سے ہوئی جن کا نام نامی بعد میں ہم سب کی زبان پر مدہ بی کہلایا ۔ یہ پاکباز خاتون اخلاص وللہیت علمی شغل و انہماک قرآن کریم سے تعلق کا ایک تابناک مثالی کردار چھوڑ گئیں ۔ مرحومہ نے اپنی ایک انگریزی تصنیف دی بیلنسڈ وے (صراط مستقیم) میں اسلام کی طرف آنے سے پہلے کی زندگی اور بعد کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں ۔ کتاب چالیس سال پہلے ۱۹۴۰ء میں شائع ہوئی تھی اب الفرقان لکھنؤ نے حیدرآباد سے شائع ہونے والے پندرہ روزہ قرطاس و قلم کے حوالہ سے مذکورہ کتاب سے ماخذ کر کے ذیل کے مضمون کی شکل میں شائع کئے ہیں جسے ہم نذر ناظرین کر رہے ہیں ۔

ادارہ

بیگم مولانا عزیز گل اسیر مالٹا کی

آپ بیتی

بشکریہ
روزنامہ صداقت کراچی

میں اپنے والد چارلس ایڈورڈ اسٹیفورڈ اسٹیل کی ساتویں لڑکی ہوں میں ۱۸۸۵ء میں حیدرآباد سندھ میں پیدا ہوئی میرے والد بڑے انصاف پسند اور بات کے پکے انسان تھے ۔ انہیں ہندوستان اور ہندوستانی لوگوں سے [illegible] لگاؤ تھا ۔ کبھی کبھی تو وہ خود کو سندھی کہہ دیا کرتے تھے ۔ ہماری خاندانی نسبتیں بڑی عظیم تھیں مگر ہمارے والد کا کہنا تھا کہ شرافت کا معیار کردار ہے نہ کہ خون ۔ بہرحال میں چھ سال کی رہی ہونگی کہ مجھے تعلیم کے لئے انگلستان بھیج دیا گیا ۔ مجھے سچی بات سے ہمیشہ سے پیار رہا ۔ میں ہر بات کا سبب کھوجنے کی کوشش کیا کرتی تھی ۔ میرے دوست احباب مجھے شفقت سے لگو کہا کرتے تھے کیونکہ میں ہر بات میں کیا ، کیوں اور کیسے جیسے سوال کرنے کی عادی تھی ۔

میں ایک عیسائی کنبے میں پیدا ہوئی تھی مگر سب عیسائی متحد نہ تھے عیسائیوں کے بہت سے فرقے تھے جو ایک دوسرے کو جہنمی کہتے تھے ۔ اس لئے عیسائی مذہب مجھے گورکھ دھندا سا لگا ۔ میری سمجھ میں نہ آتا تھا کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے کیسے ہوسکتے تھے مگر مجھے دعا سے بڑا شغف تھا اور میں اکثر ان دیکھے مالک سے لو لگاکر دعائیں کرتی رہتی تھی ۔ جب میں جوان ہوگئی تو میں نے بائبل کو تنقیدی نظر سے پڑھنا شروع کیا ۔ مجھے بائبل میں بہت سے بیانات ایک دوسرے سے ٹکراتے محسوس ہوئے ۔ مجھے بائبل کے کلام خدا ہونے میں شک ہونے لگا ۔

کچھ عرصہ بعد میری شادی ہوگئی ۔ مگر میرے شوہر ایک دیندار عیسائی تھے وہ میرے فکر و خیال کے ساتھی نہ بن سکے اس لئے میں نے فرصت کے وقت فلسفہ کا مطالعہ شروع کیا اور اسپنسر ہکسلے اور دوسرے فلاسفہ کا مطالعہ کرنا شروع کیا مگر ان خیالی بھول بھلیوں سے مجھے کچھ نہ ملا ۔

انہیں دنوں میں اپنے والد کے پاس ہندوستان آئی میری بارہ سال لڑکی اور دس سال لڑکا میرے ساتھ تھے یہاں مجھے ویدانت پڑھنے کا موقع ملا ۔ مجھے اس کے پڑھنے سے بڑی تسکین ملی ۔ مجھے محسوس ہوا کہ وہ چیز مل گئی جس کی مجھے تلاش تھی ۔ ویدانت کے مطالعے نے مجھے ہندو دھرم کے قریب کردیا ۔ کچھ عرصہ کے لئے ایک ہندو خانقاہ میں مہمان بن کر رہی اور بالآخر ہندو ہوگئی مجھے راماکرشن کے ویدانتی سلسلے میں داخل کرلیا گیا مگر مجھے یہ شرک سا محسوس ہوا چنانچہ میرا یقین ہل گیا مجھے افسوس ہوا کہ حقیقت ابھی اور آگے ہے ۔ اسی زمانے میں میں بیمار ہوگئی ۔ مجھے علاج کے لئے فرانس جانا پڑا ۔ وہاں میرے سات آپریشن ہوئے ۔ ہر آپریشن پر موت سامنے کھڑی نظر آتی تھی میں چاہتی تھی کہ میں موت کے لئے تیاری کرلوں میں نے سوچا کہ دنیا ترک کردوں اور آخرت کی تیاری میں لگ جاؤں ۔ لہٰذا میں واپس جب ہندوستان آئی تو میں نے سنیاس لے لیا ۔ میں نے ایک سو ساٹھ اپنشد پڑھے ۔ لیکن یہ کیا ...... یہاں بھی بائبل کی طرح ان گنت تضاد تھے ۔ ان میں کونسی بات حق ہے اور کونسی غلط کیسے معلوم ہو ۔ میں ایک بار پھر الجھ گئی ۔ مجھے خوف ہوگیا کہ اسی ذہنی الجھن میں کہیں پاگل نہ ہوجاؤں ۔ مجھے یہ بھی احساس ہوا کہ سنیاس سے میری روحانیت نہیں بڑھ رہی ہے ۔ نفسیاتی کشمکش بڑھ رہی تھی ۔

اسی زمانہ میں ہندوستان میں عدم تعاون کی تحریک چل پڑی ۔ ہندوستانی ہندوستانیوں سے لڑ پڑے ۔ الموڑہ بھی فسادات سے بچا نہ رہا ۔ اس وقت میرے دل نے کہا کہ یہ خانقاہ میں بیٹھ کر دھیان گیان کا وقت نہیں ہے

بلکہ باہر نکل کر زخمیوں
اور دکھیوں کی مدد کرنے
کا وقت ہے میں نے
اپنے گروجی سے یہ بات کہی
مگر انہوں نے کہا کہ ہم لوگ

دنیا دار نہیں ہیں ۔

تم جن باتوں کے کرنے کو کہہ رہی ہو یہ سیاست کی باتیں ہیں ہم ان باتوں میں نہیں پڑتے ۔

مجھے ان کے سوچنے کے اس انداز پر حیرت ہوئی ۔ میں انہیں تو خانقاہ چھوڑ کر زخمیوں کی مدد پر آمادہ نہ کرسکی ۔ مگر میں خود خانقاہ سے نکل آئی اور میں نے زخمیوں ، مریضوں اور دکھیوں کی امداد کی ۔ مجھے اس سے دل کا چین ملا اور میں نے طے کیا کہ روحانی ترقی انسانیت کی خدمت کے ذریعہ حاصل ہوسکتی ہے خانقاہوں کی زندگی سے نہیں ۔ چنانچہ میں نے ایک آشرم کھولنے کا فیصلہ کیا جس میں نوجوان لڑکوں کی اخلاقی تربیت کی جائے ۔ اس آشرم میں میں نے ہندو ، مسلمان

کی قید نہیں رکھی - وہاں ایک مسلمان لڑکا داخلے کے لئے لایا گیا - یہ لڑکا اپنے والدین کے لئے ایک مسئلہ بن گیا تھا میں نے سوچا کہ جب تک میں مسلمانوں کے نظام حیات کے بارے میں معلومات حاصل نہ کروں - میں اس لڑکے کی تربیت کا حق ادا نہ رکھوں گی - اس نیت سے میں نے قرآن پڑھنا شروع کیا اب تک میں مسلمانوں سے ڈرتی تھی میں سمجھتی تھی کہ مسلمان ایک قسم کے "ڈاکو" ہوتے ہیں جو ہر قسم کا ظلم کر سکتے ہیں لیکن اس کتاب نے میری آنکھیں کھول دیں یہ تو سراسر حق تھا اور دل میں اترتا چلا جاتا تھا - یہ عملی ویدانت تھا - آہ اب تک کن اندھیروں میں تھی افسوس کہ یورپی مستشرقوں نے اسلام کی کتنی غلط تصویر پیش کی ہے وہ مذہب جسے میں خونخوار بھیڑیوں کا مذہب سمجھتی تھی مکمل سچائی کا دین تھا میرے اللہ میں کیا کروں میں نے تو ساری زندگی اکارت کردی - میں نے سوچا میں ہندو ہی رہوں یا ہندو مت کو چھوڑ دوں - میں نے رہبانہ زندگی اختیار کرلی تھی - یہ ایک طرح کی موت تھی

قرآن مجھے زندگی کی طرف بلا رہا تھا ایسی زندگی کی طرف جو آخرت کی زندگی کی بنیاد تھی مگر مشکل یہ تھی کہ میں ایک مقدس خانقاہ کی راہبہ تھی - لوگ مجھے پیار سے ماں کہتے تھے میں مسلمان ہوجاؤنگی تو دنیا کیا کہے گی ؟ مگر مجھے اپنی روح کو خلجان سے بچانا تھا - میں نے لوگوں کے کہنے کی پروا نہ کی - میں نے مسلمان ہونے کا اعلان کردیا - میرے گرو بھائی بڑے وحشت زدہ ہوئے مگر میں نے انہیں خلوص سے بتایا کہ اصل ویدانت یہ ہے جواب میں قبول کر رہی ہوں میرے گرو بھائیوں نے کہا یہ کام مسلمان ہوئے بغیر بھی جاری رہ سکتا ہے ویدانتی رہ کر بھی تم قرآن کی راہ اختیار کرسکتی ہو - یہ بھی ویدانت کا ہی ایک سلسلہ ہوگا - لیکن یہ بات میرے دل میں نہ اتر سکی - میں سمجھ رہی تھی راماکرشن نے حقیقت کا راستہ نہیں اختیار کیا تھا - بلکہ وہ خود ان کے ذہن کی اپج اور ایک بھرم تھا - ہوسکتا ہے کسی نام نہاد صوفی نے انہیں یہ بھرم دلا دیا ہو - میرے ہندو دوستوں نے مجھ سے کہا کہ میں اپنے آپ کو مسلمان نہ کہوں تو وہ مجھے آگرہ میں راماکرشن مشن کا مہنت بنا دیں گے مگر مجھے دنیاوی لالچ نہ تھا - مجھے روح کے آرام کی ضرورت تھی اس لئے میں نے ان کی بات کو رد کردیا - مگر

اب ایک اور مشکل آئی - مسلمانوں نے مجھے ماننے سے انکار کردیا - وہ کہتے

تھے کہ یہ ہمیں ہندو بنانے کے لئے یہ روپ دھارن کررہی ہے میں خود شبہ میں پڑگئی - میں قرآن کو اپنا ہادی اور رہنما مان رہی تھی تو کیا یہ بات مسلمان ہونے کے لئے کافی نہ تھی - اپنے دل کی بے قراری کو دور کرنے کے لئے میں دیو بند گئی - میری لڑکی میرے ساتھ تھی ہم دونوں بے پردہ تھیں - ہم نے مولانا حسین احمد مدنی سے ملاقات کی - اپنی بات ان کے سامنے رکھی اور پوچھا، کیا ہم مسلمان نہیں ہیں ؟ تم حقیقتاً مسلمان ہو! مولانا نے ایک زوردار قہقہہ لگا کر کہا تمہیں اس میں شک کیوں ہے ؟ مولانا حسین احمد صاحب کی عظمت ہم دونوں کے دل میں بیٹھ گئی - انہوں نے ہماری بہت خاطر کی - بعد کو وہ ایک بار مجھ سے ملنے منگلور بھی آئے تھے انہیں کے ساتھ مولوی عزیز گل بھی تھے - مولانا حسین احمد انہیں بہت چاہتے تھے ایسا لگتا تھا کہ وہ دو دوست لڑکے ہوں - وہ ایک دوسرے سے معصوم مذاق کرتے، ایک دوسرے کی ہنسی اڑاتے اور کبھی کبھی ایک دوسرے کو چڑھاتے بھی تھے مجھے ان کی محبت پر رشک ہوتا تھا - وہ دن بھر ہمارے یہاں رہے - جب وہ چلنے لگے تو میں نے مولانا حسین احمد سے کہا کہ وہ پھر تشریف لائیں - اس پر انہوں نے کہا کہ میں تو زیادہ نہ آسکوں گا مگر عزیز گل کبھی کبھی آیا کریں گے چنانچہ مولوی عزیز گل صاحب آتے رہے میں ان سے پردہ اور دوسرے مسائل پر بے جھجک بات چیت کرتی رہی - شروع میں میں سمجھتی تھی کہ یہ مولوی بڑے تنگ نظر ہوتے ہیں مگر بعد کو پردے کی حقیقت مجھ پر کھلی تو میں ان کی وسعت نظر کی قائل ہوگئی -

یہاں میں اسلام کے مطالعہ میں لگی ہوئی تھی کہ اچانک میرے شوہر کا خط آیا کہ اگر میں فوراً انگلستان نہ لوٹی تو وہ مجھے خرچ دینا بند کردیں گے بچوں کی تعلیم کا خرچ مجھ سے وصول کریں گے اور مجھ سے تعلق توڑ لیں گے - اس خبر پر مجھے نہ تعجب ہوا نہ افسوس - میں مسلمان ہوچکی تھی، اب میں کسی عیسائی شوہر کی بیوی کیسے رہ سکتی تھی - رہا رزق تو یہ اللہ کی دین ہے - کم یا زیادہ ملے گا ہی - عزیز گل کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے میرا ہاتھ تھامنے کی پیش کش کی - میں

نے بڑے احترام سے اس پیش کش کو قبول کرلیا - میں جانتی تھی کہ ان کے یہاں غربت ہے افلاس ہے پردہ ہے - مگر میرے لئے تو یہی اللہ کی پسندیدہ جگہ تھی - عزیز گل کے گھر میں میں نے سیکھا کہ خود بھوکے رہ کر مہمان کی تواضع میں کیا لذت ہے

عزیز گل کے گھر میں مجھے زندگی کی حقیقی راحت ملی وہ نہایت شریف اور مہربان شوہر ثابت ہوئے -

یوں بھی وہ سید ہیں اور انہوں نے سیادت کی لاج رکھی ہے - ان کے اجداد عرب سے افغانستان سے اور افغانستان سے ہندوستان آگئے تھے اب تو ہم دونوں راہ حق کے مسافر تھے اور راہِ حق کی مسافرت میں مشرق مغرب کیسے - ہماری راہ ایک تھی ہماری منزل ایک تھی - ہماری روحیں ہم آہنگ تھیں - ہم دونوں اللہ کے پیارے نبی کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کا ارادہ کر اٹھے تھے - مجھے خوشی ہے کہ اس راہ میں میری بیٹی میرا بیٹا اور میرا بھائی سب مجھ سے ہمدردی کرتے ہیں - انہوں نے مجھے حق کی راہ میں قدم بڑھانے سے روکا نہیں - میری زندگی ایک سفر ہے وہ برسوں کی محرابوں سے گزر کر اسلام کی حسین وادی میں ختم ہورہا ہے مگر ختم کہاں ہورہا ہے زندگی تو موت کے بعد بھی چلتی رہے گی میری راہ اسلام کی راہ ہے یہی ایک سیدھی راہ ہے اس کے علاوہ ہر راہ کج ہے اور انسان کو اللہ کی راہ سے بہتر راہ نہیں مل سکتی خدا کرے کہ میں جب تک زندہ رہوں اسی راہ پر چلتی رہوں پھر میں اس راہ سے بھاگوں بھی تو بھاگ کر کہاں جاؤں گی - مجھے اللہ نے پیدا کیا ہے اور مجھے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے -

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

فقیر کی یہ نصیحت یاد رکھنا اگر کوئی

بات سنت اور بدعت کے درمیان پڑتی ہے تو سنت سمجھ کر اسے پورا کرنے کی نسبت اسے بدعت سمجھ کر ترک کر دینا بہتر ہے - یوں بدعت میں ضرر کا احتمال ہے اور سنت میں نفع کی امید - اس لئے ضرر کے احتمال کو نفع کی امید پر ترجیح دے کر بدعت کو ترک کر دینا ضروری ہے' (حضرت مجددؒ)

تکبر مرتبے کو گراتا ہے اور تواضع اسکو بلند کرتی ہے

(محمد شفیع عمرالدین (میرپور خاص، سندھ)

لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ط اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ •

(النحل : آیت ۲۳)

ترجمہ :- ضرور اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں - بے شک وہ غرور کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا -

حاشیہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رح

"اللہ تعالیٰ ان متکبرین کے ظاہر و باطن کے تمام خیالات و حالات سے پورا آگاہ ہے، وہ ایسے متکبرین کو پسند نہیں کرتا" (۱۲)

حاصل یہ نکلا کہ وہ لوگ جو از راہِ تکبر حق کے قبول کرنے سے عار کرتے ہیں، ان کی کوئی ظاہری یا چھپی ہوئی حرکت اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں - تکبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا - اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب وہ ہے جو حق کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کرے -

حضرت شیخ سعدی رح فرماتے ہیں ؎

تکبر بود عادتِ جاہلاں
تکبر نیاید ز صاحبدلاں

یعنی تکبر کرنا جاہلوں کا شیوہ ہے - اللہ والے عارف تکبر نہیں کرتے -

تکبر ایک بہت بڑا روحانی مرض ہے اور بہت سارے گناہوں کی جڑ ہے - تکبر ہی نے شیطان کو تباہ کیا ؎

تکبر عزازیل را خوار کرد
بزندانِ لعنت گرفتار کرد

یعنی تکبر کے باعث شیطان خوار ہوا اور لعنت کی قید میں گرفتار ہوا اور ہمیشہ کے لئے رحمتِ الٰہی سے محروم ہو گیا -

ابلیس نے تکبر کیا اور اللہ تعالیٰ کا حکم نہ مانا اور حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا - اس کے سجدہ نہ کرنے کا عذرِ لنگ یہ تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور اس کی تخلیق آگ سے ہے - اس نے آگ کو مٹی سے برتر جانا اور اس تکبر کے باعث وہ ہمیشہ کے لئے مردود ہو گیا -

حدیث میں آیا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ (ذاتی) بزرگی میری چادر ہے (یعنی جو مرتبہ تمہارے نزدیک چادر کا ہے وہی میری ذاتی بزرگی کا ہے) اور عظمت (صفاتی بزرگی) میرا تہبند ہے - (یعنی بمنزلہ تہبند کے ہے) پس جو شخص دونوں میں کسی ایک کو مجھ سے چھینے گا (یعنی ذات اور صفات کے اعتبار سے تکبر کرے گا) میں اس کو دوزخ میں ڈال دوں گا - (مشکوٰۃ)

دوسری حدیث شریف میں آیا ہے،

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ مِّنْ کِبْرٍ (مسلم)

ترجمہ :- جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی غرور اور گھمنڈ ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا -

متکبرین کا حشر برا ہوگا - حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "قیامت کے دن تکبر کرنے والوں کو چھوٹی چیونٹیوں کی طرح جمع کیا جائے گا، مردوں کی صورت میں (یعنی شکل و صورت تو مردوں کی ہوگی، لیکن جسم و جثہ چیونٹیوں کی مانند ہوگا) - ذلت و خواری چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہوگی - وہ دوزخ کے قید خانے کی طرف جس کا نام بولس ہے ہانکے جائیں گے - ان کو آگ گھیرے گی اور ان کو دوزخیوں کا پیپ اور لہو پلایا جائے گا - (مشکوٰۃ)

مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن متکبرین چیونٹیوں کی طرح ہوں گے - میدانِ حشر میں ان کے جسم صغیر اور حقیر ہوں گے تاکہ خوب ذلیل ہوں اور لوگ انہیں پاؤں سے پامال کریں -

حضرت سیدنا و مرشدنا امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اس شخص پر حرام ہے جو اپنے آپ کو کافر فرنگ سے بہتر جانے -

(از مکتوب ۲۲۱، دفتر اول)

حاصل یہ نکلا کہ تکبر اور بڑائی کو ترک کر کے فروتنی اور تواضع اختیار کرنی چاہیئے۔ تکبر شیطان اور بے دینوں کی بدخصلت ہے۔ ہر ایک کلمہ گو کو اس کے قریب نہ جانا چاہیئے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا، لوگو! تواضع اختیار کرو۔ میں نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ، جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے تواضع سے کام لے تو اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ بلند کرتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو اپنی نظر میں حقیر و ذلیل خیال کرتا ہے (اپنے آپ کو کچھ نہیں جانتا) اور لوگوں کی آنکھوں میں (بہ سبب بلند کرنے اللہ تعالیٰ کے اس کے مرتبے کو، بوجہ اس کی نیک خصلت کے) بزرگ و برتر ہوتا ہے۔ اور جو شخص تکبر و غرور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو پست کرتا ہے۔ اور اپنی نظر میں وہ اپنے آپ کو بڑا خیال کرتا ہے یہاں تک کہ وہ لوگوں کے نزدیک کتے اور سؤر سے بھی بدتر اور ہلکا ہوتا ہے۔

(مشکوٰۃ)

حضرت شیخ سعدیؒ نے فرمایا ؎

مرا پیر دانائے مرشد شہابؒ
دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آنکہ بر خویشتن خود بین مباش
دگر آنکہ بر غیر بدبین مباش

یعنی ایک دریائی سفر کے دوران میرے پیر و مرشد حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے دو عمدہ نصیحتیں فرمائیں۔ ایک یہ کہ اپنے آپ کو بڑا نہ سمجھنا، غرور و تکبر نہ کرنا، دوسرے یہ کہ لوگوں کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھنا۔ ان کی برائیوں کے درپے نہ ہونا، انہیں حقیر نہ جاننا۔

حضرت نافع بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ: مجھے بتایا گیا ہے کہ لوگ میرے بارے میں کہتے ہیں کہ میں تکبر کرتا ہوں۔ واللہ! میں نے گدھے پر سواری کی ہے، میں نے کمبلی اوڑھی، میں نے بکری کا دُودھ دوہا ہے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے یہ کام کئے اس میں ذرا بھی تکبر نہیں۔

(طبقات ابن سعد جلد پنجم ص ۲۲۴)

حاصل یہ نکلا کہ اپنے ہاتھ سے کام کرنا تکبر کو مٹانے والا عمل ہے اور اپنے ہاتھ سے کام نہ کرنا متکبروں کا شیوہ ہے۔

حضرت شیخ سعدیؒ نے بوستان میں سیدنا و مرشدنا حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع کا ایک واقعہ یوں بیان فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ عید کے دن حمام سے نہا دھو کر اُجلے کپڑے پہن کر آپ گلی میں سے گزر رہے تھے کہ ایک شخص نے بے خبری میں راکھ کا بھرا ہوا تھال گلی میں پھینکا، راکھ حضرت بایزید بسطامیؒ کے چہرہ اور کپڑوں پر پڑی۔ آپ نے اپنے ہاتھوں سے راکھ کو اپنے منہ پر مَل لیا۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر کیا اور فرمایا اگرچہ میں آگ میں جلنے کے قابل ہوں مگر مجھ پر آگ کی بجائے راکھ پھینکی گئی ہے۔ لہٰذا مجھے رنجیدہ نہ ہونا چاہیئے۔ سچ ہے کہ بزرگ حضرات خود بین نہیں ہوتے جو شخص خود بین ہو وہ "خدا بین" (اللہ تعالیٰ کو بڑا دیکھنے والا) نہیں ہو سکتا ؎

تواضع سرِ رفعت افرازدت
تکبر بخاک اندر اندازدت

★

(خلافت راشدہ)

اسلام پر یہودیوں کے حملے

مولانا قاضی شمس الدین۔ (ہری پور)

یہودیوں کا پہلا سازشی اقدام

یہ تو آپ پڑھ چکے ہیں کہ فتوحات عرب میں پہلے یہود تباہ ہو گئے پھر شام اور مصر اور فارس اور خراسان میں عیسائیوں اور مجوسیوں کا نقصان ہوا، اور یہودی مجوسیوں سے بھی زیادہ آفت کے پرکالے تھے۔ لیکن مرد میدان بن کر اسلام سے انتقام لینا دونوں کے بس میں نہ تھا اس لئے یہودیوں نے ایک دوسرے طریقے سے اسلام سے اپنا انتقام لینے کی ٹھانی،

جب اسلام مدینہ منورہ میں آیا تو یہودیوں کا ماتھا ٹھنکا کہ اب ہماری خیر نہیں چنانچہ انہوں نے اپنی عافیت اسی میں سمجھی کہ مسلمانوں کا شیرازہ مجتمع نہ ہونے پائے۔ چنانچہ ایک طے شدہ منصوبے کے مطابق ایک یہودی انصار مدینہ کے پاس پہنچا تاکہ پھر ان کو آپس میں لڑا دے"

مدینہ کے انصار، اوس اور خزرج قبیلوں سے تعلق رکھتے تھے، اور ان کی لڑائیاں پشتوں سے چلی آرہی تھیں اور اسلام نے آکر ان کو ختم کیا تھا اور دونوں قبیلے طویل عرصہ کی خانہ جنگیوں کے بعد باہم شیر و شکر ہو گئے تھے،

انصار کے اس اتحاد سے یہودی جل بھُن گئے، کیونکہ دونوں قبیلوں کے اختلافات کے زمانے میں آدھے یہودی اوس کے ساتھ ہوا کرتے تھے اور اوس پر اپنے ہتھیار اور دوسری ضروریات بیچا کرتے تھے اور خوب نفع کماتے تھے اور آدھے خزرج کے ساتھ ہو جاتے تھے اور خزرج پر اپنے ہتھیار اور دوسری ضروریات بیچا کرتے تھے وہ بھی خوب نفع کماتے تھے اور ان جنگوں کی وجہ سے دونوں طرف کے یہودیوں کے وارے نیارے تھے، تو انصار کے اس اسلامی اتحاد سے یہودیوں کی وہ بے تحاشا تجارت ختم ہو گئی اور چودھراہٹ بھی جاتی رہی اور مستقبل بھی تاریک نظر آنے لگا یہ محسوس کر کے یہودیوں نے ایک اسکیم بنائی کہ کسی طرح ان دونوں قبیلوں کو آپس میں پھر سے لڑا دیا جائے، چنانچہ ایک ایسی مجلس میں جس میں دونوں طرف کے جوشیلے نوجوان موجود تھے ایک سازشی یہودی نے ان کی پرانی لڑائی کے متعلق کچھ اشعار پڑھے جن سے دونوں قبیلوں میں اشتعال پیدا ہو گیا۔ پہلے تو تکرار ہوئی پھر ہتھیار نکل آئے اور قریب تھا کہ تلوار چل جاتی، لیکن کسی آدمی نے حضور علیہ السلام کو اس خطرناک صورت حال سے جا کر آگاہ کیا، حضور علیہ السلام فوراً اس مجلس میں پہنچے اور دونوں کو فرمایا،، کہ میرے ہوتے ہوئے تم آپس میں خون خرابہ کرو گے" چنانچہ آپ کی پر اثر اور درد بھری تقریر مبارک سے دونوں فریق رونے لگے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ہمیں شیطان نے ورغلایا، پھر آپس میں ایک دوسرے کے گلے لگ کر معافیاں مانگنے لگے چنانچہ چوتھے پارے کا رکوع نمبر ۲ صرف اسی واقعہ کے متعلق ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر ج

یہ تھا یہودیوں کا پہلا سازشی اقدام جو ناکام ہو گیا،،

یہودیوں کا دوسرا سازشی اقدام

۷ھ میں حضور علیہ السلام نے خیبر پر چڑھائی کی وہاں یہودیوں نے مل کر یہ سازش کی کہ حضور علیہ السلام کی زندگی ختم کر دی جائے اس مقصد کے لئے انہوں نے ایک بکری بھونی اور اس میں اچھی طرح ایک سخت قسم کی زہر ملا دی اور ایک یہودن عورت کو وہ بھنی بکری دیکر بھیجی چونکہ ذبیحہ بھی اہل کتاب کا تھا اور ہدیہ بھی تھی آپ نے قبول فرما لی۔ آپ نے اور آپ کے ساتھی حضرت بشر بن براء بن معرور نے اسکو کھانے کے لئے ہاتھ ڈالا لقمہ منہ میں لیتے ہی حضورؐ نے فوراً لقمہ تھوک دیا اور حضرت بشر کو بھی منع فرمایا لیکن حضرت بشر لقمہ نگل چکے تھے، حضور علیہ السلام نے اس یہودن کو طلب کیا اور اس سے پوچھا کہ تم نے اس گوشت کے ساتھ زہر لگا دی تھی؟ یہودن نے تعجب سے پوچھا کہ آپ کو کس نے بتایا حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اس گوشت نے! چنانچہ لقمہ نگل لینے کی وجہ سے حضرت بشر بن براء تو

شہید ہوگئے اور حضور علیہ السلام کو بھی تکلیف رہی اور مرض وفات میں اسی لقمہ والی زہر کا اثر تیز ہوگیا اور آپ کا پر ملال وصال ہوگیا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبوت اور شہادت کی موت دونوں جمع کردی تھیں ابن کثیر ص۲۱۱ ج ۴

تو یہ تھا یہودیوں کا دوسرا سازشی اقدام

یہودیوں کا تیسرا سازشی اقدام

ایک یہودی لبید بن اعصم نامی نے حضور علیہ السلام پر جادو کیا جس کا اثر تقریباً چھ ماہ تک رہا پھر آخر کی دو سورتیں معوذتین نازل ہوئیں، لبید نے رسول اللہ کے بالوں اور کنگھی پر جادو کیا تھا پھر اسکو ذروان کے کنویں میں پتھر کے نیچے دبادیا، حضور علیہ السلام کو بذریعہ وحی اطلاع ہوئی آپ نے حضرت زبیر اور حضرت علی، حضرت عمار، کو حکم دیا، انہوں نے اس کنویں میں اتر کر اس پتھر کے نیچے سے اس جادو کو نکالا، تو آپ کو آرام ہوگیا، تاریخ ابن کثیر ص۹ بخاری کتاب الطب، تفسیر ابن کثیر تفسیر معوذتین

تو یہ تھا یہودیوں کا تیسرا سازشی اقدام،

مجوسیوں اور یہودیوں کا چوتھا مشترکہ خوفناک سازشی اقدام

عرب اور ایران اور

شام وروم کی اسلامی فتوحات کے سلسلے میں سب سے پہلے مدینہ اور خیبر کے یہودی تباہ ہوگئے پھر ایران کے مجوسی اور شام کے عیسائی برباد ہوگئے اور بقول شاعر یہ حالت ہوگئی کہ

پردہ داری میکند بر قصر قیصر عنکبوت
بوم نوبت مے زند بر گنبد افراسیاب

اسلام کی ناقابل تسخیر طاقت کے ساتھ مرد میدان بن کر علانیہ میدان جنگ میں مقابلہ کرنا یہود ونصاریٰ اور مجوس کے لئے قطعاً ناممکن تھا اس لئے انہوں نے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے ایک زیر زمین جال پھیلایا اور ایک یہودی ابن سبار کو اس کام کے لئے منتخب کیا،

زمانہ جاہلیت میں یمن کا صوبہ فارس کے ماتحت تھا اور فارس کی طرف سے صنعا میں بازان نامی ایک گورنر رہتا تھا اس طرح ایرانیوں کی آمد رفت بحری ذریعے سے صنعا تک تھی ان ہی دنوں اصفہان کا ایک فارسی الاصل یہودی نجران میں آگیا (نجران آجکل یمن کی سرحد پر سعودی عرب کا آخری بڑا شہر اور ہوائی اڈہ ہے) اس ملعون کو یہود مدینہ اور مجوس فارس کی تباہی کا دوہرا دکھ تھا چنانچہ اس نے اپنا فرضی اسلامی نام عبداللہ بن سبار قرار دیکر بڑی سوچ بچار اور کئی منصوبہ بندیوں کے بعد اسلام کے خلاف ایک تباہ کن اور خوفناک منصوبہ تیار کرہی لیا اور ایک زیر زمین جال پھیلادیا

بالآخر امام مظلوم وشہید سیدنا حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ زندیق منافق بھی اسلام کا لبادہ اوڑھ کر میدان میں آگیا اور اپنے طے شدہ منصوبہ کے مطابق مصر، کوفہ، اور بصرہ، کے لگاتار چکر لگاتا رہا اور اسی نے ان علاقوں اور شہروں کا معلوماتی اور مطالعاتی دورہ کیا، شام بھی پہنچا لیکن حضرت معاویہ کی بیدار مغزی نے شام میں تو اس کی دال نہ گلنے دی اس سلسلہ میں اس نے خوارج کو بھی ساتھ ملا لیا

اس طرح اسلام کے خلاف شیطنت اور فساد کا متحدہ محاذ بنا کر مسلمانوں میں اپنی خباثت کے پر پرزے نکالنے لگا، بھیگی بلی کی طرح ہر طرف گھوم پھر کر نوعمر اور کم علم مسلمان نوجوانوں کو پھانسنا شروع کیا، پرانے صحابہ کی طرح ان نوجوانوں کو حضور علیہ السلام کی صحبت مبارکہ میسر نہ ہوئی تھی اور نہ ہی دینی پختگی، جیسی کہ دوسرے صحابہ کرام کو حاصل تھی۔ ان لوگوں کو حاصل تھی نہ ہی حاصل ہوسکتی تھی اس لئے لازماً تو تقویٰ اور کمال بے نفسی کی ان لوگوں میں کمی تھی اور جوانی کا جوش غالب تھا،

تو اس یہودی گورو گھنٹال ابن سبا کو ان نوعمر نومسلم نوجوانوں میں اپنی خباثت پھیلانے کا موقعہ مل گیا اور اسلام کے خلاف اربوں کھربوں خزانوں کے خرچ سے اور لاکھوں کروڑوں فوجوں کے استعمال سے جو کام نہ ہوسکتا تھا وہ اس ایک سازشی یہودی دجال نے کر دکھایا۔

ابو لولو مجوسی نے تو صرف حضرت عمر فاروق اعظم رضؓ اور دوسرے پانچ چھ صحابی شہید کئے۔ لیکن اس آفت کے پرکالے ابن سبا ملعون نے پورے عالم اسلام کو تہ وبالا کرکے رکھ دیا خلافت راشدہ کے زمانے سے جہاد کرنیوالے لاکھوں صحابہ کرام اور حضرات تابعین جو پوری دنیا کو فتح کرنے کے لئے کافی تھے صرف جنگ جمل اور جنگ صفین اور دوسری خانہ جنگیوں میں ختم ہوگئے، اور اگر اس مفسد کی خوفناک منصوبہ بندی کے نتیجے میں آپس کی خانہ جنگی کی یہ کیفیت پیدا نہ ہوتی تو فاتحین عالم کی یہ عظیم تعداد یورپ کو فتح کرنے کے لئے کافی تھی جو یورپ کا نقشہ بدل کر رکھ دیتی اور یورپ میں کلیساؤں کی بجائے آج مسجدیں آباد ہوتیں

اور ناقوسوں کی بجائے اذانیں،

انگریز مؤرخ گبن تاریخ عروج وزوال رومتہ الکبریٰ میں ان خانہ جنگیوں کا ذکر کرکے کس خوشی سے لکھتا ہے کہ (ان خانہ جنگیوں کی بدولت) ہمارے (انگریز آباء واجداد اور ہمارے ہمسائے گال فرانسیسی) قرآن کی مذہبی حلقہ بگوشی سے بچے رہے جس سے روم کا کروفر محفوظ رہا اور قسطنطنیہ کا محکوم ہوجانا رکا رہا اور جن سے ان (عیسائیوں) کے دشمنوں (مسلمانوں) کے اندر نفاق وزوال کی تخم ریزی ہوسکی، اور اب بھی انگریز اور دوسرے عیسائی مسلمان فرقوں کو اسی لئے آپس میں لڑاتے رہتے ہیں، (فتدبر)

مشرق ومغرب کا عالم کفر مسلمان مجاہدوں کی خارہ شگاف تلواروں اور البرز شکن گرزوں کی ضربوں سے بالکل مطمئن ہوکر بیٹھ گیا الٹا شاہ روم کو یہاں تک حوصلہ ہو چلا تھا کہ اس نے اسلامی ملکوں کے علاقوں پر چڑھائی کا ارادہ کرلیا۔ لیکن جب حضرت معاویہ کو پتہ چلا تو انہوں نے فوراً شاہِ روم کو خط لکھا اور اسمیں لکھا، کہ او لعین! تم نے کیا سمجھ رکھا ہے اگر تم اپنے اس ارادے سے باز نہ آئے تو میں اپنے چچازاد بھائی (حضرت علی) سے صلح کروں گا اور ان کی فوج میں شامل ہوکر تمہاری اینٹ سے اینٹ بجاکر رکھ دونگا۔ یہ خط ملنے کے بعد شاہ روم اپنے ارادے سے رک گیا، ابن کثیر ص۱۱۹، ج۸ ۱۳۳

تو اس طرح ابن سبا، نے قتل وغارت گری سے بہت ہی زیادہ مہلک وتباہ کن اپنی اس ایک فتنہ پردازی سے نہ صرف اسی ہزار فاتحین عالم کو آپس میں لڑا کر تباہ کیا بلکہ قیامت تک کے لئے دو ناممکن الاجتماع گروہوں بلکہ دو متوازی سُنّی اور سبائی امتوں میں تقسیم کرکے رکھ دیا،

یہی یہودی وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی کو خدا کہا پھر ان کے وصی رسول ہونے کا شوشہ چھوڑا پھر "رجعت"، یعنی حضرت علیؓ کے دوبارہ دنیا میں واپس آنے کا عقیدہ پھیلایا اور ایک انوکھی تکنیک سے محبت اہلبیت کے فرض ہونے کا خوشنما نعرہ لگایا، "خلافت حق علی" ہونے کا اعلان کیا، اور تینوں خلفائے راشدین اور دوسرے ہزاروں صحابہ رضی اللہ عنہم پر طرح کے الزامات گھڑنے کا بھی سہرہ اسی دجال کے سر پر ہے، خصوصاً حضرت عثمان ذی النورین کو غاصب اور ظالم قرار دیا، اور امت میں فتنہ وفساد کا ایسا دروازہ کھولا اور تلبیس وتدلیس کے وہ وہ شگوفے کھلائے جو قیامت کے ملحدوں کے کام آئے،

تو یہ تھا یہودیوں کا اسلام کے خلاف چوتھا خوفناک سازشی اقدام اور اس کا وار بھرپور پڑا اور بڑا گہرا گھاؤ لگا جو اب تک مندمل ہونے میں نہیں آتا بلکہ اور بڑھ رہا ہے..

بچّوں کا صفحہ

آصف حمید

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہؒ کا وصیت نامہ

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اولاد و احباب کے لیے آٹھ وصیتیں لکھی ہیں۔ ان میں بعض کا مفہوم خلاصۃً یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

سلف پر قناعت

"جن مسائل کی تفتیش اور تفصیل سلف نے نہیں کی ان کی چھان بین اور منطقی لوگوں کے کچھے شکوک کی طرف توجہ نہ کریں۔"

شاہ صاحبؒ نے اس فقرے میں جو بات کہہ دی ہے اگر ہم اس کو سمجھ کر عمل میں لے آئیں تو بے شمار فتنوں کے دروازے بند ہو جاتے ہیں ——— اپنے زمانے کے صوفیوں کے متعلق فرماتے ہیں :-

مشائخ وقت

"اس وقت کے وہ مشائخ جو طرح طرح کی بدعتوں میں مبتلا ہیں عام لوگوں کے غلو اور کرامات پر مغرور ہو کر ان کے ہاتھ میں ہاتھ دینا اور ان سے بیعت کرنا ہرگز نہ چاہیے اس لیے کہ اکثر عوام کا غلو رسم کے باعث ہوا کرتا ہے۔ اور حقیقت میں رسمی باتوں کا کچھ اعتبار نہیں اور اس زمانے کے تمام کرامات فروش (اِلّا ماشاءاللہ) طلسمات اور نیرنگوں کو کرامت جانے ہوئے ہیں۔"

یہی مرض آج بھی عام ہے جعل ساز لوگ پیروں کا باس پہن کر مکر و فریب کے شعبدے دکھاتے ہیں اور سادہ لوح عوام کے مال و ایمان دونوں پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔ اخباروں میں روزانہ ایسے واقعات شائع ہوتے رہتے ہیں لیکن عوام کی جہالت اور قانون کی سخت گیری نہ ہونے کی وجہ سے ایسے لوگوں کا قلع قمع نہیں ہو سکتا۔

شاہ صاحب نے اعتراف کیا ہے کہ نجوم، رمل، طلسم، نیرنگ اور جوگ وغیرہ کی مشق سے بعض ایسی باتیں حاصل ہو جاتی ہیں جن کو عوام کرامات سمجھنے لگتے ہیں، لیکن ان کا دین و ایمان سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ چنانچہ فرماتے ہیں :-

"نیکوکار ہونے یا بدکار ہونے یا مقبول و مردود ہونے سے ان باتوں میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

یعنی نیک و بد اور کافر و مومن جو بھی مشق کرے ایسے شعبدے دکھا سکتا ہے۔ اس میں بزرگی کو کوئی دخل نہیں۔

پیری مریدی کے متعلق شاہ صاحب مشورہ دیتے ہیں :

بیعت

"جس شخص کے دل میں اللہ تعالےٰ کا سچا شوق اور طلب مرحمت فرمایا جائے اسے شیخ شہاب الدین سہروردی کی کتاب "عوارف المعارف" کے (ابواب) آداب نماز، روزہ، اذکار اور اوقات کی پابندی کا مطالعہ کرنا چاہیے اور یادداشت پیدا کرنے کے طریق میں خاندانِ نقشبندیہ کے رسالوں کو دیکھنا چاہیے۔ ان دونوں بزرگوں (شیخ سہروردی اور حضرت مجددؒ) نے ان دونوں بابوں کو ایسا واضح لکھا ہے کہ ان کے ہوتے ہوئے کسی پیر کی حاجت نہیں رہتی۔ اگر اس فرصت میں کوئی ایسا مل جائے جس کی صحبت کشش کی چابی ہو اور اس کی صحبت کی تاثیر آدمیوں میں اثر کرتی ہو تو اس کی صحبت اختیار کرے۔ اس زمانے میں ایسا کوئی آدمی نہیں جو ہر وجہ سے کمال رکھتا ہو (اِلّا ماشاءاللہ) اگر کوئی ایک وجہ سے کمال رکھتا ہے تو

دوسری وجہ سے خالی ہے ...... صوفیوں کی نسبت بڑی غنیمت ہے اور ان کی رسمیں کسی کام کی نہیں۔ یہ بات بہت لوگوں کو ناگوار گذریگی مگر مجھے ایک کام فرمایا گیا ہے۔ اسی کے مطابق کہتا ہے زید و عمر کی بات پر ٹھہرنا مناسب نہیں"۔

نیک بختی اور بدبختی کے متعلق شاہ صاحب کا ارشاد ہے :-

دو قوتیں

"انسان میں دو قوتیں پیدا کی گئی ہیں ملکیہ اور بہیمیہ (فرشتہ پن اور حیوانیت) اس کی سعادت اس میں ہے کہ قوت ملکیہ کو بڑھائے اور شقاوت (بدبختی) اس میں ہے کہ قوت بہیمیہ کو بڑھائے"۔

یعنی صرف جسمانی خواہشات کی تکمیل میں شب و روز لگا رہے اور روحانی و اخلاقی مطالبات کی پرواہ نہ کرے جیسا کہ آج کل مغربی تہذیب کے اثر سے عام ہو رہا ہے۔

صحابہ کرامؓ

صحابہ کرامؓ اور اہل بیتؓ کے متعلق جو بعض فرقوں میں افراط و تفریط کے خیالات پائے جاتے ہیں اور صدیوں سے امت میں خوں ریز اختلاف کا باعث ہوتے رہے ہیں شاہ صاحب ان کے متعلق وصیت فرماتے ہیں :-

"جس طرح صحابہؓ کے حق میں نیک اعتقاد رکھنا چاہیے اسی طرح اہل بیت کے حق میں معتقد رہنا چاہیے۔ اور ان کے صالحین کو زیادہ تعظیم کے ساتھ مخصوص رکھنا چاہیے۔ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا (اللہ تعالےٰ نے ہر چیز کی قدر مقرر کی ہے) لیکن عقیدہ اور شریعت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر سے حاصل نہیں کر سکتے...... تکلیف شرعی کے ساتھ ان (صحابہ و اہل بیت) کی بزرگی کا کوئی تعلق نہیں"۔

رسم و رواج

ملکی رسم و رواج کے متعلق شاہ صاحب کا مشورہ یہ ہے :-

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت کے عربوں کی عادتوں اور رسموں کو نہ چھوڑیں اور عجم کی رسمیں اور ہندوؤں کی عادتیں اپنے درمیان نہ رہنے دیں"۔

یہی نصیحت حضرت عمرؓ نے اپنے لوگوں کو لکھی تھی جب وہ جہاد و فتوحات کے سلسلے میں اطراف عجم میں پھیل گئے تھے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ لباس و غذا میں سادگی ہو۔ تکلفات اور تن پروری سے بچے رہیں۔ ناز و نعمت، آسائش پسندی اور آرام طلبی کی زندگی پر جفاکشی، محنت، چستی اور شجاعت کو ترجیح دیں۔

آگے بڑھ کر رسوم و رواج کی مزید شرح فرماتے ہیں :-

"ہم لوگوں کی بُری عادتوں میں سے ایک بات شادی بیاہ کے موقعوں پر اسراف کرنا اور ان میں بہت سی (ہندوآنہ) رسمیں مقرر کرنا ہے۔ اسلام میں صرف ولیمہ و عقیقہ دو شادیاں ہیں ان کو اختیار کر کے دوسری تمام رسموں کو چھوڑ دینا چاہیے

ہم لوگوں کی بری عادتوں میں سے ایک اور بات ماتموں اور محرّم اور چہلم اور ششماہیوں میں اسراف کرنا ہے اور عرب کے پہلے لوگوں میں ان تمام باتوں کا وجود نہیں۔ مناسب تو یہ ہے کہ تین دن تک میت کے وارثوں کی تعزیت اور ان کو ایک رات دن کھانا کھلانے کے سوا اور کوئی رسم نہ ہو"۔

تعلیم

تعلیم کے متعلق حضرت شاہ صاحب کی وصیت یہ ہے :-

"ہم میں سے نیک بخت وہ شخص ہے جو زبان عرب و نحو اور ادب کی کتابوں سے مناسبت پیدا کرے اور حدیث و قرآن کو سمجھے۔ علم شعر اور معقول کی فارسی اور ہندی کتابوں میں مشغول ہونا اور بادشاہوں کے ماجروں اور صحابہ کرام کے باہمی جھگڑوں کی تاریخی کتابوں کو دیکھنا سب گمراہی در گمراہی ہے۔ اگر زمانے کی رسم ان میں شغل کرنے کا تقاضا کرے تو اتنا تو ضرور رہے کہ اس کو علم دنیا جانے اور اس سے متنفّر رہے اور استغفار و پشیمانی کرے"۔

ٹیلی فون نمبر ۶۷۵۴۵ | ہفت روزہ خدام الدین لاہور | رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۴

ہفت روزہ خدام الدین

ایجنٹ اور مضمون نگار حضرات کی درخواست پر
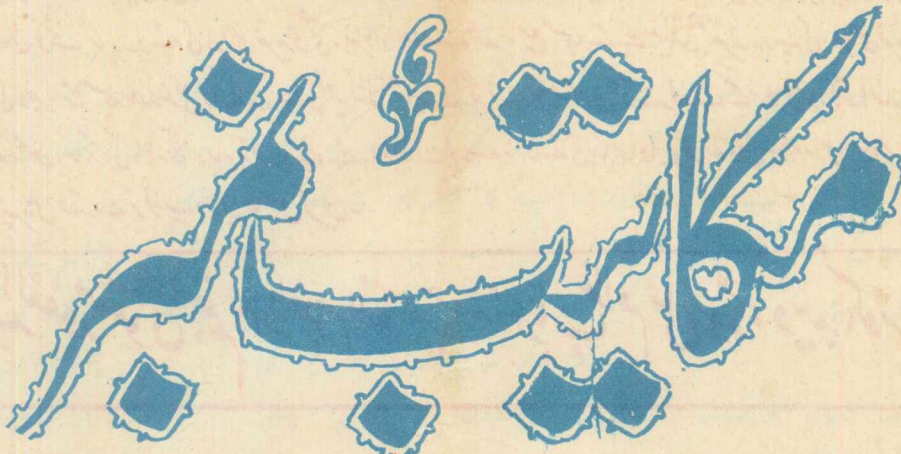
کی تاریخ اشاعت پر نظر ثانی کر دی گئی ہے

اور اب یہ تاریخ ۲۸ اگست، ۲۷ شوال مقرر کی گئی ہے

ایجنٹ حضرات نوٹ فرمالیں

حضرت لاہوری قدس سرہ کے نام مشاہیر کے خطوط

نیز

حضرت اور دوسرے مشاہیر کے خطوط مختلف حضرات کے نام

کا بہترین اور دلچسپ مرقع

تمام خریدار حضرات ۹ ۹ روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔ خریداروں کو فی پرچہ تین روپے ۳/ رعایت دی جائیگی

(ناظم)